حدیث قسطنطنیہ

بخدمت

ڈاکٹر اسرار احمد

عبدالکریم مشتاق

حدیث قسطنطنیہ

بخدمت

ڈاکٹر اسرار احمد

عبدالکریم مشتاق

"اِسلام، ہمارا دین ہے"

"اِسلام، ہماری معیشت ہے"

"اِسلام، ہماری سیاست ہے"

لِہٰذا

اتحاد، تنظیم اور یقینِ محکم

کے اُصولوں کو ہمیشہ یاد رکھئے!

عرضِ ناشر

جنگِ قسطنطنیہ اور یزید ملعون

ناصبیوں نے آج کل بخاری کی اُم الحرام والی اکلوتی حدیث سے یزید کی ظالمانہ کارروائیوں پر مغفرت کے پردے ڈالنے کی بھرپور کوشش شروع کر رکھی ہے۔ اور اس کو مغفور و بے قصور ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ اس کی اتنی مبالغے بھرپور قصیدہ خوانی کی جا رہی ہے کہ اس کو ہیرو جہاز تک بنایا جا رہا ہے۔ ہم بہتر خیال کرتے ہیں یزید کی اس قسطنطنیہ والی ڈھال کو توڑ کر اس کا سیاہ و سینہ چاک کر دیا جائے تاکہ اس کے حواری اپنے گریبانوں میں جھانک کر یا تو شرم کے مارے ڈوب مریں یا پھر بغلیں جھانکتے پھریں۔

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والا پہلا گروہ سنہ ۵۰ھ میں بلادِ روم کو فتح کرتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ اس لشکر کا سردار سفیان بن عوف

تھا جیسا کہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۶ ص ۲۴۹ پر علامہ عینی نے بیان کیا ہے۔

حافظ ابن کثیر دمشقی جیسے جھگڑالو علامہ اقرار کرتے ہیں کہ

"معاویہ نے سنہ ۵۰ھ میں ایک جیش جرار روم کے شہروں کی طرف بھیجا اور اس کا سردار سفیان بن عوف کو بنایا جب معاویہ نے اپنے بیٹے یزید لعین کو اس لشکر کے ساتھ جانے کا حکم دیا تو اس نے بہانہ سازی کی اور نہ گیا پس اس کا باپ اسے روکنے پر مجبور ہو گیا۔ اس مہم جنگ قسطنطنیہ میں فوج کو سخت بھوک پیاس اور بیماری کا سامنا کرنا پڑا۔ اس وقت یزید لعین نے خوش ہو کر اشعار پڑھے کہ مجھے پرواہ نہیں کہ لشکریوں کا فرقدونہ کے مقام پر تپ و تکالیف و مصائب سے کیا برا حال ہوا۔ میں تو دیر مران میں تکیہ لگا کر ام کلثوم (زوجہ یزید) سے ہم بستری کر رہا ہوں۔ (ام کلثوم بنت عبداللہ بن عامر، یزید کی بیوی تھی) جب معاویہ نے یزید کے یہ اشعار سنے تو قسم کھائی کہ اب میں یزید کو سرزمین روم پر سفیان بن عوف کے پاس ضرور روانہ کروں گا تا کہ اس کو بھی ان مصائب و تکالیف کا احساس ہو جو قسطنطنیہ کے لشکریوں نے جھیلے۔"

پس ثابت ہوا کہ نہ ہی یزید لعین لشکر قسطنطنیہ کا امیر مقرر ہوا اور نہ ہی اس نے اس لشکر میں شرکت کی۔ لہٰذا اس کی مغفرت کا قیاس کرنا بیوقوفوں کی جنت میں سیر کرنا ہے۔

عہد حاضر کے مشہور اہل سنت علامہ مولوی محمد شفیع صاحب اوکاڑوی نے اپنی کتاب "امام پاک اور یزید پلید" میں اس سے متعلقہ ۷ امور اخذ کیے ہیں جن کو نقل کیا جاتا ہے۔

(۱) یہ کہ وہ پہلا لشکر جو بلاد روم کی طرف جہاد کے لئے گیا اس کے قائد و امیر حضرت سفیان بن عوف تھے۔ یزید نہ تھا

(۲) یہ کہ یزید اس سے پہلے لشکر میں نہ تھا اور بشارت و مغفرت پہلے لشکر کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ حدیث میں صراحت ہے لہٰذا یزید اس کا مصداق نہ ہوا۔

(۳) یہ کہ یزید کو راہ خدا میں جہاد کرنے سے کوئی قلبی لگاؤ نہ تھا کہ باوجود حضرت معاویہ کے حکم کے اس نے طرح طرح کے حیلے بہانے بنا کر جان چھڑائی اور اپنے باپ کے حکم اور جہاد سے روگردانی کی۔

(۴) یہ کہ یزید کو مجاہدین اسلام سے کوئی ہمدردی اور ان کے دکھ درد اور بھوک پیاس میں مبتلا ہو جانے کا کوئی احساس نہ تھا بلکہ اس کی بے پرواہی کا یہ عالم کہ میری بلا سے کون بھوک پیاس سے مر رہا ہے اور کون تکالیف و مصائب کا شکار ہے۔

(۵) یہ کہ اس کی عیش پرستی کا یہ عالم تھا کہ اس نے کہا مجھے تو دیر مران کے مزین و مکاف فرش و فروش اور ام کلثوم کے ساتھ عیش چاہیئے۔

(۶) یہ کہ وہ دوسرے لشکر کے ساتھ بطور سزا کے بھیجا گیا تھا کیونکہ حضرت امیر معاویہ نے اس کے اشعار سن کر قسم کھائی تھی کہ اب اس کو ضرور بھیجوں گا تا کہ اس کو بھی مصیبتیں پہنچیں جو لوگوں کو پہنچی ہیں لہٰذا اس کو مجبوراً بادل نخواستہ قہر درویش بجان درویش کے طور پر جانا پڑا اور وہ اخلاص کے ساتھ راہ خدا میں جذبہ جہاد کے ساتھ سرشار ہو کر نہیں گیا تھا۔

(۷) یہ کہ جہاد عبادت ہے اور عبادت میں اخلاص شرط کے بغیر کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی اور اس روایت سے اظہر من الشمس ہے کہ اس کا غزوہ میں شریک ہونا بطور سزا تھا، اخلاص کے ساتھ نہ تھا۔

ایک دلدل

علامہ جلال الدین سیوطی اپنی "تاریخ الخلفاء" میں عبد الملک بن مروان کی ایک وضاحت تحریر فرماتے ہیں جس پر غور کرنے سے ہر صاحبِ انصاف نتائج اخذ کر سکتا ہے۔

"عبد الملک بن مروان نے خالد بن یزید اور یزید کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ امیر معاویہؓ نے یزید کو اپنی زندگی میں ولی عہد مقرر کیا تھا[1] اس وجہ سے لوگ ان سے ناخوش تھے[2] حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دو شخصیتوں نے مسلمانوں میں فساد کا بیج بویا ان میں ایک عمرو بن العاص جنھوں نے جنگ صفین میں امیر معاویہ کی جانب سے نیزوں پر قرآن شریف بلند کرائے۔ ابن قرأ کا بیان ہے کہ عمرو بن عاص ہی وہ شخص ہیں جنھوں نے خوارج کو حکم (ثالث) مقرر کیا تھا جس کا وبال قیامت تک ان کی گردن پر رہے گا۔ دوسری فتنہ انگیز شخصیت مغیرہ بن شعبہ کی ہے جو امیر معاویہؓ کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے۔ ان کو امیر معاویہ نے ایک حکم بھیجا کہ جس وقت تم میرا مکتوب پڑھو خود کو اسی وقت معزول سمجھو۔ مغیرہ نے اس حکم کو نہیں مانا اور چند روز کے بعد خود معاویہؓ کے پاس پہنچے۔ معاویہ نے اس دیر حاضری کی وجہ دریافت کی تو مغیرہ بن شعبہ نے کہا میں ایک اہم کام کی تکمیل میں مصروف تھا جس کے باعث تعمیلِ حکم میں اتنی تاخیر ہوئی۔ امیر معاویہ نے پوچھا وہ اہم کام کونسا تھا، مغیرہ بن شعبہ نے جواب دیا کہ میں لوگوں سے یزید کے لئے آپ کے انتقال کے بعد، خلافت کی بیعت لے رہا تھا۔ یہ سن کر امیر معاویہ نے دریافت کیا

---

[1] معاہدہ صلح حسن کی شرط کے خلاف اقدام صریحاً عہد شکنی۔ پھر بھی عدالت [illegible]!

[2] اس وقت کے لوگ ناخوش تھے تو گناہگار نہیں مگر ہم آج قابلِ اعتراض ہیں۔

تو پھر تم نے اس کام کی تکمیل کر دی۔ مغیرہ نے کہا ہاں! میں اس کام کو پورا کر چکا۔ حضرت معاویہ نے مغیرہ سے کہا تم جاؤ اور حسبِ سابق اپنے فرائض ادا کرتے رہو۔ جب مغیرہ ابن شعبہ امیر معاویہ کے پاس سے واپس ہوتے تو ان کے ملنے والوں نے پوچھا "کیسی گزری" مغیرہ نے جواب دیا کہ میں معاویہ کو ایسی دلدل میں پھنسا آیا ہوں کہ اب قیامت تک ان کا پاؤں اس سے نہیں نکل سکے گا!"

(تاریخ خلفاء ص ۲۰۱ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی)

منقولہ بالا بیان سے بہت سارے شکوک دور ہو جاتے ہیں اور عہد شکنی، فساد انگیزی، فتنہ پردازی جیسے شنیع امور ایسے افراد پر مکمل طور پر ثابت ہو جاتے ہیں۔ جن کو بعض لوگ ہدایت کے ستارے اور عدل و انصاف کے شہ پارے کہتے ہیں۔ اگر ان ہی لوگوں کی سیرت و کردار کو نمونہ عمل بنا لیا جائے تو یہ دنیا مجسمہ سازش اور روئے زمین جہنم کا ایک خطہ نظر آنے لگ جائے۔ یا ایک دلدل جس سے قیامت کے بعد بھی چھٹکارا پانا محال ہو۔

علامہ سیوطی نے محولہ بالا کتاب میں واضح الفاظ میں یزید پر لعنت کی ہے۔

"زیاد، یزید اور امام حسینؓ کے قاتل۔ ان تینوں پر اللہ کی لعنت"۔

(تاریخ الخلفاء ص ۲۰۴)

یزیدی سماج

حافظ علامہ جلال الدین سیوطی نے انتہائی محتاط مختصر مگر جامع کلامی کے ساتھ یزیدی سماج کی تصویر کشی کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ

"یقین ہو گیا کہ اب ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہوگی۔ کیونکہ فسق و فجور کا یہ عالم تھا کہ لوگ اپنی ماں، بہنوں اور بیٹیوں سے نکاح کرنے لگے تھے۔ شرابیں پی جا رہی تھیں اور لوگوں نے نماز ترک کر دی تھی۔"

اللہ، فرشتوں اور لوگوں کی لعنت کا مستحق یزید

علامہ سیوطی نے صحیح مسلم کی روایت نقل کی ہے کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اہلِ مدینہ کو ڈرائے گا اللہ تعالیٰ اس کو ڈرائے گا اور اُس شخص کے اوپر اللہ، اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی۔" (مسلم)

اس لعنتِ بے شمار کا اولین مستحق معاویہ کا چشم و چراغ ابو خالد یزید ملعون ہے کہ سیوطی تحریر فرماتے ہیں۔

"۶۳ھ میں یزید کو خبر ملی کہ اہلِ مدینہ اس پر خروج کی تیاری کر رہے ہیں اور انھوں نے اس کی بیعت توڑ دی ہے۔ یہ سُن کر اس نے ایک بھاری لشکر مدینہ کی طرف روانہ کیا اور مدینہ والوں سے اعلانِ جنگ کر دیا۔ یہاں لوٹ مار کرنے کے بعد یہی لشکر مکہ معظمہ حضرت ابن زبیرؓ پر لشکر کشی کے لئے بھیجا گیا۔ اور واقعہ حرّہ باب طیبہ پر واقع ہوا۔ واقعہ حرّہ جانتے ہو کیا ہے۔ اس کی کیفیت حسن مُرّہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب مدینہ پر لشکر کشی ہوئی تو مدینہ کا کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو اس لشکر سے پناہ میں رہا ہو۔ ہزارہا صحابہ ان لشکریوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ مدینہ شریف کو خوب لوٹا گیا۔ ہزاروں باکرہ لڑکیوں کی بکارت زائل کی گئی (ان کے ساتھ مدینۃ النبی میں زنا بالجبر کیا گیا) انا للہ وانا الیہ راجعون!"

(تاریخ الخلفاء ص۳۰۶)

مترجم تاریخ الخلفاء ادیب شہیر حضرت شمس بریلوی اظہارِ تعجب کرتے ہوئے ص۳۰۷ پر حاشیہ لگاتے ہیں کہ

"لہ یزید کے ان ناپاک اعمال کے بعد بھی لوگ کہتے ہیں کہ اس کی شان میں گستاخی نہ کرو، یاللعجب"

لیکن مشتاق کو حضرت بریلوی صاحب پر تعجب ہے کہ شاید انھوں نے لوگوں کو یہ کہتے نہیں سُنا کہ یزید خلیفہ راشد و رشید بھی ہے۔ الاماں

امام احمد بن حنبل کا ناطق فیصلہ

اور

اپنے فرزند کو خصوصی نصیحت

ائمہ اربعہ میں کے ایک امام اہل سنت احمد بن حنبل نے یزید پر لعنت کرنے کی ہدایت اور وضاحت بایں الفاظ کی جب اُن کے بیٹے نے اُن سے دریافت کیا کہ فسق و فجور کے سبب آپ یزید کو ملعون کیوں قرار دیتے ہیں۔ امام صاحب نے جواب دیا:

"اے میرے بیٹے کیا ایسا بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ کوئی اللہ پر ایمان رکھنے کا دعویٰ بھی کرے اور پھر یزید سے بھی دوستی رکھے؟ (یعنی ناممکن ہے کہ صاحبِ ایمان کا صاحب یزید ملعون ہو) اور ایسے (ملعون) شخص پر میں (احمد بن حنبل) لعنت کیوں نہ کروں؟ جس پر خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن) میں لعنت کی۔ میں (فرزند احمد) نے دریافت کیا خدا نے کس مقام پر اپنی کتاب میں یزید پر لعنت کی ہے۔ تو انھوں نے جواب دیا فهل عسیتم ... کہ پھر تم سے یہ امید ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو ملک

میں فساد برپا کر دگے اور قطع رحمی کر دگے ایسے ہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی لعنت ہے۔ پھر ان کو بہرا اور اندھا کر دیا (اس مقام پر امام احمد حنبل نے اپنے بیٹے سے فرمایا) کیا قتل امام حسینؑ سے بڑھ کر بھی کوئی فساد ہو سکتا ہے؟"

(صواعق محرقہ ابن حجر مکی ص ۲۲۰)

حافظ ابن کثیر کی زبان سے

کردارِ یزیدؔ لعین

نواصب کے چہیتے مفسر ابن کثیر دمشقی نے یزید لعین کا چال چلن اس طرح بیان کیا ہے

"بلاشبہ مروی ہے کہ یزید اس معاملہ میں مشہور (بدنام زمانہ) تھا کہ وہ لہو و لعب کے آلات رکھتا، شراب پیتا تھا۔ گانے بجانے، شکار کھیلنے بغیر داڑھی کے لڑکوں کو رکھنے، چھینے چھنے بجانے رکھتے پالنے، سینگ والے مینڈھے ریچھوں اور بندروں کو لڑانے میں مشغول رہتا تھا۔ کوئی دن ایسا گزرا کہ اس شراب نہ پی ہو۔ وہ بندروں کو سجے ہوئے گھوڑوں پر سوار کر کے دوڑاتا تھا، اور بندروں کے سروں پر سونے کی ٹوپیاں سجاتا تھا۔ اسی طرح لونڈوں کے سروں پر بھی۔ وہ گھوڑوں کی ریس کراتا تھا۔ اور اگر اس کا کوئی بندر مر جاتا تھا تو اس کو بہت صدمہ پہنچتا تھا۔ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کی موت یوں واقع ہوئی کہ وہ ایک بندر کو اٹھائے ہوئے تھا۔ اور اسے اچھال رہا تھا کہ اس بندر نے اس کو کاٹ لیا۔ اس کے علاوہ اس کی بہت سی برائیاں بیان کی گئی ہیں۔"

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۳۵)

علامہ ابن کثیر نے یزید لعین کو قتل حسینؑ کا مجرم قرار دیا ہے۔

علامہ ابن کثیر نے یزید لعین کو قتل حسینؑ کا مجرم قرار دیا ہے۔

"اور یہ گزر چکا ہے کہ (یزید) نے حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کو عبید اللہ ابن زیاد کے ہاتھ سے قتل کیا۔"

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۲۲)

اب ہم اس ملعون کی بدکرداری کا ثبوت اس کے بیٹے کی زبان سے پیش خدمت کرتے ہیں۔

یزید لعین اپنے ہی بیٹے کی نظر میں

علامہ اہلسنت دمیری اپنی کتاب حیواۃ الحیوان جلد ۱ ص ۵۵ میں لکھتے ہیں کہ بہت علماء نے ذکر کیا ہے کہ تحقیق معاویہؒ بن یزید جب اپنی خلافت کے مستحق ہوا تو منبر پر چڑھا اور دیر تک بیٹھ کر حمد وثنا الٰہی پڑھی اور خطبہ کو یہاں تک پہنچا کر کہا۔

"میرے دادا معاویہ نے اسی خلافت کے لئے اس شخص سے جھگڑا کیا جو میرے دادا سے زیادہ مستحق تھا۔ بلکہ سب ہی سے زیادہ مستحق تھا کیونکہ قرابت رسولؐ اور فضیلت میں سب پر فوقیت اور سبقت رکھتا تھا (یعنی علی علیہ السلام) تو میرا دادا اس کے برخلاف اس چیز کا مرتکب ہوا جو تم جانتے ہو۔ اور تم بھی اس کے ہمراہ اسی طریقے پر چلے جو تم لوگوں سے مخفی نہیں ہے۔ حتیٰ کہ میرے دادا کے لئے امور خلافت کا انتظام پختہ ہو گیا۔ اور جب اس کو تقدیر مقررہ کے مطابق موت کے ہاتھوں نے پکڑا تو اپنی قبر میں اکیلا اپنے اعمال میں گروی رکھا گیا۔ اور اس نے جو جو عمل کا توشہ

بھیجا ہوا تھا اس کا مزا پا لیا۔ اور اپنے ارتکاب معاصی و تعدی کا ملاحظہ کر لیا۔ پھر خلافت میرے باپ یزید لعین کی طرف منتقل ہوئی اور اس نے تمہاری سرداری کا پٹہ اپنے گلے میں محض اس حرص و ہوا کی بنیاد پر پہنا جو اس کے باپ کے دل میں تھا۔ اور میرا باپ یزید لعین اپنی بدفعلی اور اپنے نفس پر ظلم کرنے کے سبب سے خلافت اور امتِ محمدیؐ پر سرداری کے لائق نہ تھا۔ مگر اس نے حرص پر سوار ہو کر اپنے گناہوں کو مستحسن اور اچھا خیال کیا اور اللہ تعالیٰ سے بے خوف ہو کر اس پر بغاوت کی جس کے مقابل اس کی کوئی قدر نہ تھی یعنی اولادِ رسول اللہؐ پر۔ تو مدت اس کی کم ہوئی اور نشانی اس کی منقطع ہوئی۔ اور اپنے گڑھے قبر کو بار بنا کر اعمالِ خود کو گلے لگا کر اپنے گناہوں میں گروی ہو کر جا سویا مگر اس کے گناہوں کے نشانات دنیا میں باقی موجود رہے۔ اور جو اس نے بھیجا تھا اس کو مل گیا اور پشیمان اس وقت ہوا ہوگا کہ اسے پشیمانی کوئی فائدہ نہ دے گی پس تحقیق میں نے تو تم لوگوں کی گردنوں سے اپنی بیعت کا پٹہ نکال لیا ہے۔ پس سلام۔

تقریباً ایسا ہی مضمون علامہ اہلسنت ابن حجر مکی نے اپنی کتاب صواعق محرقہ کے صفحہ ۱۳۴ پر تحریر کیا ہے۔ لہٰذا اس خطبہ سے ہر شخص کردارِ یزید لعین سے بخوبی واقف ہو جاتا ہے۔

پس ان شواہد سے صریحاً ثابت ہوتا ہے کہ یزید لعین قتل حسینؑ جیسے ناقابلِ معافی جرم کا مرتکب ہے اور اس کی صفائی پیش کرنا جہالت کے ساتھ ساتھ اہل بیتؑ رسولؐ سے دشمنی رکھنا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و آلہ الرحیم

آدمیت اور شیطانیت ازل سے برسرِ پیکار ہیں۔ کبھی ابراہیمؑ و نمرود کی شکل میں، کبھی موسیٰؑ و فرعون کی صورت میں۔ حتیٰ کہ محمدؐ و ابوسفیان کے بعد یہ معرکہ آرائی میدانِ کربلا میں حسینؑ و یزید لعین کے درمیان ہوئی۔ حسینؑ نے اپنے اچھوتے انداز میں یزید کو شکستِ فاش دی اور یزید ایسا رسوا ہوا کہ اس کا نام آنے والے ہر دور میں گالی بن گیا۔ یزیدیت کے پرستاروں نے یزید کو عادل امام، خلیفہ راشد، امیر صحابہ اور نبی و فرشتہ ثابت کرنے کے لئے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اس کی مدح و ستائش میں قصیدہ خوانی کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ تقریر و تحریر، تبلیغ و تشہیر اور ترغیب و تحدید ہر میدان میں اپنا ایڑی چوٹی کا زور لگا لیا مگر ریشم کذب کے تانے بانے سے بنے ہوئے خوبصورت لفظی نقاب یزید کے مکروہ چہرے کو ڈھانپ لینے میں بری طرح ناکام ہو گئے۔ کیونکہ اس کی اصلی تصویر خونِ ناحق کی روشنائی سے قرطاسِ عالم پر ایسے پکے رنگ سے کھینچی ہوئی ہے کہ چھپائے چھپ نہیں سکتی لیکن پھر بھی کوشش بدستور جاری ہے۔ یزیدیوں کے قلم سے انصاف کا خون روزمرہ کا معمول بن چکا ہے۔ ان کی تقریریں اور تحریریں خباثت و خیانت کا مرقع ہیں۔ "خلافت معاویہ و یزید"، "رشید ابن رشید"، "حیات سیدنا یزید" اور "معارف یزید" جیسی رسوائے زمانہ تحریریں یزیدیت کی بے حیائی کا منہ بولتا ثبوت ہیں، جنھیں ان کی خرافات پر کرنیں میں انتہائی شرانگیز اور پُرفتن طریقوں سے خانوادۂ رسولؐ کریم کی شان میں لاتعداد طریقوں سے شدید گستاخیاں کی گئی ہیں اور تاریخی حقائق کو توڑ مروڑ کر دریدہ دہنی، ازلی شقاوت اور جبلی خباثت کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ یہ کوئی اظہارِ خیال کرنا مقصود نہیں ہے البتہ اس دور کے وکیل یزید

نام نہاد مذہبی اسکالر ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سے تبادلہ خیالات کرنا منظور ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف اخباری اطلاعات کے مطابق ایم بی۔ بی ایس ہیں اور بنیادی طور سے پیشہ ور طبیب تھے۔ مگر بعض وجوہات کے باعث انہوں نے یہ پیشہ ترک کرکے منبر ملّا کو رونق بخشی۔ کہاوت ہے "نیم حکیم خطرہ جان نیم ملّا خطرہ ایمان" بحیثیت ڈاکٹر ان کی پیشہ ورانہ خدمات کا ریکارڈ نامعلوم ہے البتہ ملّا کی گدی پر وہ "دینِ ملّا فی سبیل اللہ فساد" کے مصداق ثابت ہوئے ہیں۔ اکثر و بیشتر اخبارات میں ایسی خبریں نظر سے گذرتی ہیں جن سے ماخوذ ہوتا ہے موصوف نے دین کو آٹا بنا کر دراصل [illegible] کو آپس میں نبرد آزما رکھنے کا شوق پورا کیا ہے۔ امسال لاہور میں جو دلسوز سانحہ رونما ہوا سننے میں آیا ہے کہ اس کے اسباب میں ڈاکٹر صاحب کے غیر ذمہ دارانہ رویّہ اور مذموم کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے حقیقت جو بھی ہو اس کا کھوج لگانا متعلقہ اربابِ حکومت کا کام ہے۔ ہمارا مدعا تحریر یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب اگر یزید کو خلیفہ مانتے ہیں یا اپنا امام تسلیم کرتے ہیں تو ہمیں ان پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں۔ ہماری گزارش اتنی ہے کہ وہ صادق و امین رسولؐ سیّد المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات سے جھوٹ منسوب نہ کریں کیونکہ جس نے نبیؐ پر جھوٹ باندھا اس نے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنایا۔

عاجز مشتاق دنیا بھر کے تمام یزید نوازوں کو چیلنج دیتا ہے کہ اگر آپ سب مل کر بھی جمہور اہلسنّت کی کسی مصدقہ کتاب سے یہ ثابت کردیں کہ چاروں سنّی ائمہ فقہ (یعنی امام اعظم حضرت ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد حنبل اور امام مالک) میں سے کسی ایک امام نے بھی یزید کو برحق خلیفہ ثابت کیا ہو تو ایک لاکھ روپے نقد انعام پیش کروں گا۔

حدیث قسطنطنیہ بیان کرکے یزید کو چار چاند لگائے جاتے ہیں۔ گو کہ

میں اپنی کتاب "چودہ مسئلے" میں اس پر اجمالی گفتگو کرچکا ہوں مگر آج جبکہ بیتے دنوں کا یہ بھونڈا نغمہ پر اسرار طرز میں ڈاکٹر اسرار احمد نے الاپنا شروع کر دیا ہے جس سے عوام الناس میں بے چینی و اضطراب محسوس کیا گیا ہے ضروری سمجھا گیا کہ اس صوت الحرام کو رد کیا جائے۔ حامیانِ یزید کے پاس یزید کے بچاؤ کے لئے یہی جعلی سکہ ہے جس کو وہ گاہے بگاہے گردش میں لاتے ہیں چنانچہ محمود احمد عباسی نے اپنی بدنام زمانہ کتاب "خلافت معاویہ و یزید" میں اسے تقریباً سو بار استعمال کیا ہے اور اتنی ہی مرتبہ ابو یزید محمد دین بٹ نے "رشید ابن رشید" میں اس کو چلانے کی کوشش کی ہے تاکہ عوام کو باور کرا سکیں کہ یزید "مغفور لہم" کی بشارت میں شریک ہے۔ مگر نقل کے لئے بھی عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کثرت سے جھوٹ کا استعمال بھی ان کی مراد پوری نہ کر سکا۔ باوجودیکہ بڑی ہوشیاری سے لوگوں کو فریب دینے کی کوشش کی گئی مگر خود فریبی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ آج کل ناصبیوں کے اسلحہ خانہ کی یہی بندوق ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اٹھائے ٹھاہ ٹھاہ کرتے پھر رہے ہیں چنانچہ ہم اب اس موضوع حدیث کو نقل کرتے ہیں۔

حدثنا اسحٰق بن یزید الدمشقی حدثنا یحیٰی بن حمزة قال حدثنی ثور بن یزید عن خالد بن معدان ان عمیر بن الاسود العنسی حدثه انه اتی عبادة ابن الصامت وھو نازل فی ساحل حمص وھو فی بناءٍ له ومعه ام حرام قال عمیر حدثتنا ام حرام انها سمعت النبی یغزون البحر قد اوجبوا قالت ام حرام قلت یا رسول اللّٰه انا فیھم قال انت فیھم ثم قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اوّل جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لهم فقلت انا فیھم یا رسول اللّٰه قال لا۔

(صحیح بخاری کتاب الجہاد باب [illegible] ما قیل فی قتال الروم حدیث [illegible] جلد ۲ صفحہ ۱۰۱)

اسحاق بن یزید دمشقی یحییٰ بن حمزہ، ثور بن یزید، خالد بن معدان، عمیر بن اسود عنسی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت عبادہ بن صامت کے پاس گئے جبکہ وہ ساحل حمص میں اپنے ایک محل میں تھے اور ان کے ہمراہ ان کی بی بی اُمِ حرام بھی تھیں۔ عمیر کہتے ہیں کہ ہم سے ام حرام نے بیان کیا۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری اُمت میں سب سے پہلے جو لوگ دریا میں جنگ کریں گے ان کے لئے جنت واجب ہے۔ ام حرام کہتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں انھیں میں سے ہو جاؤں۔ فرمایا تم انھیں میں سے ہو۔ اُم حرام کہتی تھیں کہ پھر رسول اللہ نے فرمایا میری امت میں سب سے پہلے جو لوگ قیصر کے پایۂ تخت میں جنگ کریں گے وہ مغفور ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کیا میں ان لوگوں میں سے ہوں آپ نے فرمایا نہیں۔

اس روایت پر حاشیہ لکھا ہے۔

"قد اجبوا" یعنی ان کے لئے جنت واجب ہے۔ "مدینۃ قیصر" یعنی ملک روم۔ قسطلانی فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے مدینۃ قیصر (قسطنطنیہ) پر یزید بن معاویہ نے جہاد کیا اور اس کے ساتھ سادات صحابہ کی جماعت بھی تھی مثلاً ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم اجمعین اور ابو ایوبؓ نے ۵۲ھ میں وہیں انتقال کیا۔

خیر الباری اور فتح الباری میں ہے کہ مہلب نے کہا اس حدیث میں معاویہ کی منقبت ہے کہ اس نے پہلی بحری لڑائی کی اور اس کے بیٹے کی منقبت ہے کہ اس نے قسطنطنیہ میں جنگ کی ابن تین اور ابن منیر نے مہلب کا پیچھا کیا کہ عموم میں داخل ہو جانے سے یہ لازم تو نہیں آتا کہ کوئی دلیل خاص سے خارج ہی نہ ہو سکے۔ کیونکہ اہل علم کا اس بات پر ہرگز اختلاف نہیں کہ

رسول اللہؐ کا فرمان مشروط ہے کہ وہ لشکر اہل مغفرت سے ہوگا۔ حتیٰ کہ ان میں سے اگر کوئی مرتد ہو جائے تو وہ اس بشارت کے عموم میں ہرگز داخل نہیں پس یہ دلیل ہے اس پر کہ مغفور لھم کی بشارت ان ہی کے لئے ہے جن میں شرط مغفرت پائی جائے۔

آنجہانی محمود عباسی نے چالاکی کے ساتھ اس حاشیہ میں مرقوم مہلب کا قول تو نقل کر دیا ہے مگر باقی عبارت گول کر گیا ہے حالانکہ شارح بخاری علامہ قسطلانی نے اس حدیث کی شرح کرنے کے بعد پھر پورا اندازہ لکھا ہے کہ

فنحن لا نتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ لعنت اللہ علیہ وعلی انصارہ وعلی اعوانہ یعنی ہم یزید کے بارے میں ہرگز توقف نہیں کرتے بلکہ اس کے ایمان پر شک کرتے ہیں یزید پر اس کے انصار و اعوان پر اللہ کی لعنت ہو۔

قسطلانی شرح بخاری

"اور جو شہر قیصر قسطنطنیہ پر پہلی بار حملہ آور ہوا وہ یزید تھا۔ اور اس کے ساتھ سردار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا گروہ تھا مثلاً ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر، ابو ایوب انصاری اور موخر الذکر نے ۵۲ھ میں وہیں انتقال کیا۔ اس روایت سے مہلب نے یزید کی خلافت اور اس کے جنتی ہونے کی دلیل پکڑی ہے کہ وہ (مغفور لھم) کے ارشاد کے عموم میں داخل ہے اور اس کا جواب یہ دیا گیا کہ مہلب نے یہ بات بنو امیہ کی حمایت کی وجہ سے کی ہے اور یزید کے اس عموم میں داخل ہونے سے یہ ضروری نہیں کہ وہ کسی دلیل خاص سے بھی اس سے خارج نہیں ہو سکتا کیونکہ اس پر اتفاق کیا جاچکا ہے کہ رسول اللہ کا فرمان

"مغفور لہم"، مشروط ہے اس شرط کے تحت وہ لوگ مغفرت کے اہل ہوں گے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص جنگ کے بعد مرتد ہو جائے تو وہ بالاتفاق اس بشارت سے خارج ہے؟" (قسطلانی شرح بخاری ج ص ۱۲۴)

یزید مغفور نہیں مقہور ہے۔

منقولہ بالا عبارات کے علاوہ دیگر شارحین بخاری نے بھی مذکورہ بالا تشریحی بیان کی تائید فرمائی ہے۔ شارحین کا یہ موقف ہمیں دعوت دیتا ہے کہ ہم یزیدی ٹولے سے دریافت کریں کہ بتائیے یزید مغفور تھا یا مقہور، مسلمان تھا یا مرتد، بہشتی تھا یا دوزخی ہے۔ ہمارے نزدیک تو ان نقل کردہ اقتباسات کی روشنی میں یزید پلید فاسق و فاجر ہی کیا مرتد بھی ثابت ہو گیا ہے۔ جیسا کہ محدثین کی عبارات سے ماخوذ ہے کہ مہلب کا قول بنو امیہ کی ناجائز حمایت کا پیش خیمہ ہے۔ یزید ہرگز اس عموم مغفرت میں داخل نہیں بلکہ مغفور لہم کا قول قابل مغفرت ہونے کے ساتھ مشروط ہے گویا یزید ہرگز قابل مغفرت نہیں اور وہ اس عموم سے خارج ہے پھر شارحین کا اس بات پر زور دینا کہ اس جنگ کے بعد ارتداد نہ کرنے والا شخص ہی قابل مغفرت ہے صاف ظاہر کرتا ہے کہ محدثین یزید کو اس عموم سے خارج قرار دیتے ہوئے اس کے ارتداد کی دلیل مہیا کر رہے ہیں تعجب تو یہ ہے کہ جمہور محدثین کے شیخ الاسلام محدث تو اسی حدیث کی رو سے یزید کو مرتد اور مقہور قرار دے رہے ہیں جبکہ آج کے نیم ملا اور نام نہاد مذہبی اسکالر و محقق اس مقہور کو مغفور و بہشتی جنتی بنا دینے پر استدلال قائم کر رہے ہیں۔

قسطنطنیہ کی مہم آئینہ تاریخ میں!

مناسب ہے کہ قارئین کو آگاہ کر دیا جائے کہ یزید کا اس مہم میں شریک ہونا کس نوعیت کا تھا چنانچہ ہم لو اصحاب کی حسب پسند ان کتب تاریخ

سے رجوع کریں گے جن سے وہ عموماً اپنے مطلب کی ادھوری عبارتوں کو نقل کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ مورخ ابن اثیر کا بیان ہے کہ:

"۴۹ھ میں سفیان بن عوف کے زیر کمان معاویہ نے ایک لشکر جرار بلاد روم کی طرف روانہ کیا اور اپنے بیٹے یزید کو اس لشکر میں شامل ہونے کا حکم دیا۔ یزید حیلے بہانے بنا کر بیٹھ رہا۔ معاویہ نے اس کے بہانوں میں آکر اسے رخصت دے دی۔ کہ شومئی قسمت سے اس لشکر میں ایک وبا پھوٹ پڑی۔ اسے ایک مرض اور قحط نے آلیا۔ جب اس ابتلا کی اطلاع یزید کو ملی تو وہ یہ شعر پڑھنے لگا۔ "مجھے اس بات کی قطعی پرواہ نہیں کہ ان لشکروں پر فرقدونہ کے مقام پر تپ اور سختی کی بلائیں نازل ہو گئی ہیں جبکہ میں نے دیر مران میں اونچے تخت پر تکیہ لگایا ہوا ہے اور ام کلثوم میری آغوش میں ہے۔ (ام کلثوم عبداللہ بن عامر کی بیٹی اور یزید کی بیوی کا نام ہے) جب معاویہ نے یہ شعر سنے تو قسم کھائی کہ اب میں یزید کو سفیان بن عوف کے پاس ضرور بھیجوں گا تاکہ اس کو بھی ان مصائب کا حصہ ملے جو دوسرے لشکر والوں پر نازل ہوئے ہیں۔" (تاریخ کامل ابن اثیر جلد سوم ص ۱۹۷)

ناصبیوں کی عظیم ترین جہالت اور سب سے بڑی حماقت یہ ہے کہ ان کی نام نہاد تاریخی تحقیق و ریسرچ یہ ہے کہ ان کے نزدیک تمام متقدمین مورخین، مفسرین اور محققین رافضی اور غالی شیعہ ہیں لیکن انتہائی مکارانہ طریقہ واردات ان کا یہ ہے کہ جب کسی جید بزرگ کی عبارت کو توڑ مروڑ کر اور قطع و برید کر کے کوئی ایک آدھ فقرہ اپنے مطلب کا اڑانا ہوتا ہے تو اسے محقق اعظم بھی مان لیتے ہیں۔ محدث، علامہ اور امام تک تسلیم کرتے ہیں مگر جب انہی بزرگ کی پوری عبارت سے واسطہ پڑتا ہے تو اسی لمحہ اسے رافضی و شیعہ قرار دے کر ٹھکرا دیتے ہیں۔ بہر کیف

آمدم برسر مطلب۔ ہم اس حدیث کے بارے میں شارحین بخاری شریف کی عبارات پیش کرتے ہیں۔

عمدۃ القاری شرح بخاری علامہ عینی

امام اہل سنۃ بدرالدین عینی شرح فرماتے ہیں کہ:

"قد اوجبوا" کے قول پر بعض نے کہا ہے کہ ان کے لئے جنت واجب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ کلام اس مطلب کا تقاضا نہیں رکھتا اس کے معنی استحقاق جنت کا وجوب ہے اور کرمانی نے فرمایا کہ انکی جانوں سے محبت واجب ہے۔ حدیث کا فرمودہ پہلا لشکر جو مدینہ قیصر پر جہاد کرے۔ قسطنطنیہ جیسا کہ ذکر کیا گیا۔ اور یزید کا ذکر کہ وہ بلاد روم میں جنگ کرتا رہا حتیٰ کہ وہ قسطنطنیہ تک پہنچ گیا اور اس کے ساتھ سادات صحابہ کرام کی جماعت تھی جن میں ابن عمرؓ۔ ابن عباس۔ ابن زبیر اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم اجمعین تھے اور وہیں پر ۵۲ھ میں ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ اور روایت ہے کہ معاویہ نے سفیان ابن عوف کی معیت میں لشکر کو بھیجا تھا جو بلاد روم میں داخل ہوا اور اس جیش میں ہی ابن عباس۔ ابن عمر ابن زبیر اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم تھے اور محاصرہ کے دوران ہی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ اور دیوار شہر کے قریب ان کی قبر بنی۔ اور ان کے وسیلے سے لوگ قحط کے وقت دعائیں مانگتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ سادات صحابہ سفیان بن عوفؓ کے زیر کمان تھے نہ کہ یزید بن معاویہ کے زیر قیادت کیونکہ وہ (یزید) ہرگز اس قابل نہ تھا کہ یہ بزرگ صحابہ اس کے ماتحت ہوں۔ اور اس حدیث کے بارے میں مہلب کا یہ قول کہ اس میں معاویہ کی منقبت ہے کہ اس نے پہلی بحری جنگ لڑی اور اس کے فرزند یزید کی منقبت ہے کہ اس نے مدینہ قیصر پر جہاد کیا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ

اس میں یزید کی کون سی منقبت ہے جبکہ اس کا حال (بد) مشہور ہے اگر تو کہے کہ رسولؐ خدا نے اس جیش کے لئے مغفور لہم فرمایا ہے تو ہمارا جواب یہ ہے کہ عموم میں شامل ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ دلیل خاص سے بھی خارج نہ ہو سکے کیونکہ اس میں صاحبان علم نے اتفاق کیا ہے کہ حضورؐ کا ارشاد "مغفور لہم" مشروط ہے کہ وہ اہل مغفرت میں سے ہو حتیٰ کہ کوئی ان غازیوں میں سے اس کے بعد ارتداد کرے تو وہ اس عموم میں داخل نہ ہوگا پس یہ دلیل ہے اس پر کہ مغفور وہ ہے جس میں ان سے شرط مغفرت پائی جائے۔"

(عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۱۴ صـ ۱۹۱)

فتح الباری شرح بخاری (علامہ ابن حجر عسقلانی)

"(یغزون مدینۃ قیصر) یعنی قسطنطنیہ پر چڑھائی کی مہلب نے کہا ہے اس حدیث میں معاویہ کی منقبت ہے کیونکہ اس نے پہلی بار بحری جنگ لڑی اور اس کے بیٹے کی منقبت ہے کہ اس نے پہلی بار قسطنطنیہ پر چڑھائی کی اور تعاقب کیا مہلب کا ابن تین اور ابن منیر نے کہ اس سے لازم نہیں آتا کہ کسی کو دلیل خاص سے بھی اس عموم سے خارج نہ کیا جا سکے جبکہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ حضورؐ کا قول "مغفور لہم" مشروط ہے (اہل مغفرت سے) حتیٰ کہ اگر کوئی اس غزوہ کے بعد مرتد ہو جائے تو وہ متفق علیہ اس عموم سے خارج ہے۔ پس یہ دلیل ہے جس میں شرط مغفرت پائی جائے گی۔"

(فتح الباری شرح بخاری جلد ۶ صـ ۱۰۲)

نوٹ:۔ ابن تین اور ابن منیر دونوں محدث چوٹی کے ناقدین رجال شمار کئے جاتے ہیں۔

ابن خلدون کا بیان

"معاویہ نے ۴۹ھ میں ایک عظیم الشان لشکر سفیان بن عوف کی سرداری میں بلاد روم کی جانب بھیجا اور اپنے بیٹے یزید کو اس کے ہمراہ جانے کا حکم دیا۔ مگر یزید نے جانا پسند نہ کیا اور معذرت کرلی۔ اس پر معاویہ نے اس کی شرکت ملتوی کردی۔ اتفاق سے اس لشکر کو لڑائی میں اکثر مصیبتوں کا سامنا ہوا۔ غلہ کی قلت، مرض کی زیادتی سے بہت سے لوگ لقمۂ اجل بن گئے یزید کو جب یہ پتہ چلا تو اس نے بیساختہ یہ اشعار کہے کہ یعنی مجھے اس سے کیا غرض لشکر کو فرقدونہ میں سختی و بدبختی کا سامنا کرنا پڑا جبکہ میں نے بلند ہو کر دیرمران میں رنگین قالینوں پر تکیہ لگالیا ہے اور ام کلثوم میرے پاس موجود ہے۔ معاویہ کے کانوں میں ان اشعار کی آواز پہنچی تو یزید کو بھیجنے کی قسم کھائی چنانچہ یزید کو ایک جماعت کثیرہ کے ہمراہ جس میں ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر، ابو ایوب انصاری بھی تھے روانہ کیا۔" (تاریخ ابن خلدون ج ۶ جلد ۳ حصہ ۱)

ابن اثیر اور ابن خلدون جیسے بلند پایہ مورخوں کی ملتی جلتی عبارتوں سے یزید کا جذبہ جہاد ہر قاری پر واضح ہو گیا ہوگا۔ صحابہ کے اس امام اور مسلمانوں کے امیر کی مستی و جذبہ جہاد کے لشکر میں سرشاری ملاحظہ کر کے یزید کے حواریوں کو شرم آجانا چاہیئے کہ وہ کیسے ننگ ملت اور بدبخت حکمران کی وکالت کر کے اپنے ایمان کو برباد کر رہے ہیں۔ اور جانتے بوجھتے ہوئے بھی اپنے گرد جہنم کی آگ روشن کرنے کے لئے اکاذیب کے پلندے جمع کرنے میں مصروف ہیں۔

کیا اسلام کے کسی بھی مکتب فقہ میں مجاہدین کی صف میں ایسا شخص شمار کیا جاسکتا ہے جو جہاد کا نام سنکر بہانے تراشنے لگے اور مسلمان جیش کی مصیبت و تکلیف سنکر ان کا تمسخر اڑائے اور اپنی معشوقہ

کو آغوش میں بٹھانے پر اترائے۔ کیا اندھیر ہے کہ ایسے شخص فاجر کو مجاہد اعظم اور صحابہ کرام کا سپہ سالار بنانے میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں اس کو جو مہم میں شامل نہ ہونے کا بہانہ بناتا ہے اور اپنی عدم شرکت پر نازاں ہے۔ اس کے بھی خواہ "مغفور لھم" میں شمار کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کا باپ اس کے غرور کا سر نیچا کرنے کی خاطر بطور سزا زبردستی اس فوج کے پیچھے بھیجتا ہے جو جنگ کی مصیبتیں پہلے ہی جھیل چکی ہوتی ہے۔ حیرت انگیز جسارت یہ ہے کہ جب پہلے لشکر کا امیر لشکر سفیان بن عوف ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہوا کہ جلیل القدر اصحاب کا سپہ سالار یزید جیسا کھلنڈرا بن گیا۔

روایت "مغفور لھم" کا پوسٹ مارٹم

روایت و درایت کے اصول و ضوابط کی کسوٹی پر یہ روایت حقیقی کھوٹی ثابت ہے شاید ہی کوئی اور اس کا ہم پلہ ہو۔ میرا خیال ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح بخاری شریف میں نقل نہ ہوتی تو اس پر جرح کے انبار لگ جاتے کیونکہ اس کی کوئی ایک کل بھی درست نظر نہیں آتی۔

حدیث کا ایک راوی بھی قابلِ اعتبار نہیں ہے

ملاحظہ کیجیے سلسلہ رواۃ (۱) اسحاق بن یزید دمشقی۔ (۲) یحییٰ بن حمزہ۔ (۳) ثور بن یزید (۴) خالد بن معدان (۵) عمیر بن اسود۔ ان پانچوں راویوں کا تعارف بخاری میں یوں ہے کہ

اسحاق بن یزید بن ابراہیم:۔ یہ صاحب دمشقی ہیں جیسا کہ متن میں وضاحت موجود ہے۔ یحییٰ بن حمزہ بن واقد ابو عبدالرحمٰن الدمشقی یعنی یہ صاحب بھی دمشق کے باشندے ہیں۔ ثور بن یزید الحمصی۔ یہ حمص کے رہنے والے ہیں جو

جو شام کا ایک شہر ہے۔ خالد ابن معدان اور عمیر بن الاسود العنسی یہ دونوں بھی دمشقی ہیں۔ اب صاحبان علم اس بات سے پوری طرح آگاہ ہیں عہد بنی امیہ میں شام میں وضعی احادیث کے کارخانے دن رات چل رہے تھے لہٰذا روایت کے پایہ اعتبار کو توڑنے کے لئے تو یہی ثبوت کافی ہے تاہم علمائے اسلام کی زبانی ان بزرگوں کا تعارف تعدیل اور جرح کی معروف کتب رجال سے پیش خدمت ہے۔

راوی اول اسحاق بن یزید اسحاق بن یزید دمشق کے بارے میں مشہور محدث ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ اس سے میرے والد نے روایت لکھی اور میں نے ابو زرعہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے اس کا زمانہ پایا مگر میں نے اس سے روایت نہیں لکھی[لہ]۔ (میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب)

راوی دوم یحییٰ بن حمزہ یحییٰ بن حمزہ کے متعلق محدثوں نے تحریر کیا ہے کہ ان پر قدری المذہب ہونے کا الزام ہے۔ ابن معین نے کہا ہے کہ وہ قدری تھے۔ (میزان الاعتدال۔ تہذیب التہذیب)

راوی سوم ثور بن یزید ثور بن یزید کے بارے میں محدثین نے لکھا ہے کہ یہ قدری مذہب رکھتا تھا۔ اس کا دادا جنگ صفین میں قتل ہوا جبکہ وہ معاویہ کی طرف سے لڑ رہا تھا۔ ثور جب کبھی علی ابن ابیطالب کا ذکر کیا کرتا تو کہتا کہ میں ایسے شخص کو دوست نہیں رکھتا جس نے میرے دادا کو قتل کیا ہے۔ اُسے قدری مذہب رکھنے کی سزا میں اہل حمص نے شہر بدر کر دیا تھا۔ (تہذیب التہذیب، تقریب التہذیب)

امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے کہ ثور قدری عقائد رکھتا تھا اس لئے اس کو شہر سے نکال دیا گیا۔ اس کے گھر کو جلا دیا گیا۔ (میزان الاعتدال)

راوی چہارم خالد بن معدان اس کے بارے میں محدثین نے کہا ہے کہ وہ مرسل روایتیں بیان کیا کرتا تھا۔ (میزان الاعتدال)

[لہ] یعنی میرے نزدیک معتبر نہیں ہے۔

موضوعہ منافق اگرچہ اس روایت کا ایک بھی راوی ایسا نہیں جس کے بارے میں محدثین کی رائے اچھی ہو مگر ہم ان شامیوں دمشقیوں اور قدریوں کی بے اعتباری کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف دشمن علیؑ ثور کے بارے میں توجہ کے طلبگار ہیں جس اکیلے کا وجود اس روایت کو مسمار کر سکتا ہے کیونکہ قدری ہونے کے ساتھ ساتھ اس نے خود دشمن علیؑ ہونے کا اقرار کیا ہے۔ جبکہ اہل اسلام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ بغض علیؑ منافق ہونے کی دلیل ہے۔ پس یہ روایت ایک منافق کا موضوعہ شاہکار ثابت ہوئی۔

نواصب وخوارج کے نزدیک علیؑ کا علانیہ دشمن ثقہ ہو تو ہو مگر کسی ایسے مسلمان کے نزدیک جو حضرت علیؑ کو خلیفہ راشد مانتا ہو کبھی قابل اعتبار نہیں ہو سکتا۔

جب اہل بیتؑ کے بارے میں شیعان علیؑ کی روایات کو اتہام شیعیت کے عذر پر قبول نہیں کیا جاتا ہے تو پھر شیعہ بنی امیہ کی روایت کو کس اصول پر امراء بنی امیہ کے حق میں تسلیم کر لیا گیا ہے جبکہ وہ ثور جیسا ہو جس کے آباؤ اجداد اور وہ خود بنو امیہ کے نمک خوار رہے ہوں پس روایتی اعتبار سے یہ جعلی سکہ بنی امیہ کی دمشقی ٹکسال کا جاری کردہ ہے۔

قد اوجبوا ہم اس کتابچہ میں کلمہ "قد اوجبوا" کی مراد مقصود کی بحث میں ملوث نہیں ہونا چاہتے۔ نہ ہی اس مہم کے جہاد اسلامی ہونے کی نزاع پر کچھ کہتے ہیں بلکہ صرف اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ محدثین اسلام نے یہاں "جنت" کے علاوہ اور کچھ واجب ہونا بھی مراد لیا ہے۔ اس طرح یہ مفہوم متنازعہ قرار پایا ہے پس اختلاف کی موجودگی میں حجت قائم کرنے کے لئے یہ دلیل ناقص ہے۔

بالفرض محال اگر یہ روایت سچی ہو اور یہ بھی صحیح مان لیا جائے کہ یزید برضا و رغبت اس جنگ میں شریک ہوا بلکہ اس کا لشکر کا سپہ سالار ہونا بھی فرض کر لیا جائے تو بھی اس روایت میں کوئی ایسا لفظ موجود نہیں ہے جو اسے پیدائشی جنتی ثابت کرتا ہو جنت کا لفظ تو سرے سے ہے ہی نہیں رہا "مغفور لہم" کا جملہ تو وہ "قد اوجبوا" کی بھی وسعت نہیں رکھتا۔ اگر روایت میں مذکورہ دونوں لشکروں کا معاملہ ایک سا ہوتا تو پھر ان کو الگ الگ نہ کیا جاتا بلکہ دونوں کے لئے واجب ہونے کا قول ہوتا۔

مغفور لہم

اگر "مغفور لہم" کو پروانہ جنت سمجھ لیا جائے تو پھر ہر حاجی کو پیدائشی جنتی ماننا پڑے گا چاہے وہ حج کرنے کے بعد بے گناہ انسانوں کا قتل کرتا پھرے۔ اسلام سے منہ پھیر کر ملحد ہو جائے کیونکہ حجاج کرام کے لئے اللہ تعالٰی نے وعدہ مغفرت کر رکھا ہے۔ مگر اس توضیح کو کوئی بھی مسلمان تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہوگا اسی طرح احادیث میں وارد ہوا ہے کہ ماہ رمضان میں اعتکاف میں بیٹھنے والا اور روزے والے "غفر لہ" اور "مغفور لہم" ہیں۔ لہٰذا اب تو یہ سرٹیفکیٹ بلا جنگ حاصل ہو گیا۔ روزے رکھ کے چند ایام مسجد میں گزار کر سارا سال لہو و لعب و بد قماشی میں گزارو جنت تو مل ہی جائے گی۔ مگر کوئی بھی صحیح الدماغ فرمان پیغمبر کا یہ مفہوم اخذ نہیں کرے گا۔

تاریخی بیانات کے مطابق جس زبردستی کے ساتھ دھکیل کر یزید کو میدان جنگ کی طرف روانہ کیا گیا وہ تو ہرگز یزید کو "مغفور لہم" کا مصداق نہیں ٹھہراتا۔ کیونکہ یہ طرز عمل تو معاویہ کی قسم کو پورا کرتا ہے۔ یزید کے جہاد کی دلیل نہیں بنتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ چلئے اگر یہ مان بھی لیتے ہیں کہ یزید اس وقت متقی دیندار اور جذبہ جہاد سے سرشار تھا لہٰذا پوری خلوص نیت کے ساتھ وہ قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوا جلیل القدر صحابہ اس کے زیر سیادت تھے پھر بھی اس کے بعد والے کرتوت اسے واصل جہنم کرنے کے لئے کافی ہیں اور اس پر جمہور مسلمین کے مقتدر محدثین اور معتبر مورخین کا اجماع بھی ہے۔

بہرحال حدیث قسطنطنیہ سے یزید کو پیدائشی جنتی ثابت کرنے کا استدلال انتہائی لغو ہے یزید کو جن باتوں سے آج کل عرش پر چڑھایا جا رہا ہے وہ خلف و سلف میں کسی نے نہیں کی ہیں۔ البتہ دور حاضر کے ناصبی اپنے ممدوح کی حمایت اور وکالت میں حدود سے بہت آگے نکل گئے ہیں۔ مہلب اور ابن تیمیہ جیسے وکلاء بنی امیہ نے اگر چہ اس موضوع حدیث کو یزید کے جنتی ہونے کی دلیل قرار دیا ہے مگر پیدائشی جنتی کا شوشہ یزید کے مرید جدید چھوڑنے لگے ہیں۔

عیاری!

واضح ہو کہ یزید کے حواریین، روایت میں متعینہ دو مختلف لشکروں کی بشارتوں کو یکجا کر کے بڑی عیاری سے یہ تاثر دیتے ہیں کہ جیش روم کے لئے وجوب جنت اور مغفرت کی پیشگوئی ظاہر کی گئی ہے وہ پہلا لشکر معاویہ کی قیادت میں تھا اور دوسرا یزید کی سرکردگی میں تھا۔ اس خطرناک چالاکی سے وہ یزید کو پیدائشی جنتی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ روایت میں واضح طور پر یہ مرقوم ہے پہلے جیش پر (جنت) واجب ہے اور دوسرے لشکر کے لئے وعدہ مغفرت ہے۔ مگر یزید نواز محقق انتہائی عیاری اور غیر محسوس چالاکی سے دونوں لشکروں کی بشارت کو ایک جگہ جمع کر کے یہ باور کراتے ہیں کہ ان دونوں فوجوں کے لئے جنت واجب اور وعدہ مغفرت

ہے حالانکہ اہل علم جانتے ہیں کہ جنت کے واجب ہونے اور اہل مغفرت ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

یزید کو امام و خلیفہ اور امیر صحابہ بنانے کی حرص میں یہاں تک تراشہ گیا ہے کہ اس لشکر میں امام حسین علیہ السلام نے بھی شرکت کی اور یزید کے زیر کمان قتال کیا حتیٰ کہ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ، کی نماز جنازہ حسین بن علی نے یزید کی اقتداء میں ادا کی۔ راقم الحروف اس سلسلہ میں اپنی تحقیق عنقریب اپنی تصنیف "امام مظلوم اور یزید ملعون" میں ہدیہ قارئین کر رہا ہے۔ فی الحال آپ اہلحدیث کے معروف محدث مترجم صحاح ستہ علامہ وحید الزماں کا تبصرہ بر حدیث قسطنطنیہ ملاحظہ فرمائیے۔

اہلحدیث محدث وحید الزماں کا تبصرہ

"دوسرا جہاد قسطنطنیہ پر ہوا۔ یزید بن معاویہ اس لشکر کا سردار تھا۔ اس میں بہت سے صحابہ شریک تھے۔ جیسے ابن عمر، ابن عباس ابن زبیر اور ابو ایوب انصاری۔

اس حدیث سے بعضوں نے نکالا ہے جیسے مہلب نے کہ یزید کی خلافت صحیح ہے اور وہ بہشتی ہے۔

میں کہتا ہوں سبحان اللہ! اس حدیث سے یہ کہاں نکلتا ہے کہ یزید کی خلافت صحیح ہے کیونکہ جب یزید قسطنطنیہ پر چڑھائی کر کے گیا تھا اس وقت تک معاویہ زندہ تھے۔ ان کی خلافت تھی اور ان کی خلافت تاحیات باتفاق علماء صحیح تھی کس لئے کہ امام برحق جناب امام حسن علیہ السلام نے خلافت ان کو تفویض کی تھی اب لشکر والوں کی بخشش ہونے سے لازم نہیں آتا کہ اس کا ہر فرد بخشا جائے اور بہشتی ہو۔ خود آنحضرت صلعم کے ساتھ ایک شخص

خوب بہادری سے لڑ رہا تھا اور آپؐ نے فرمایا وہ دوزخی ہے، اور بہشتی اور دوزخی ہونے میں خاتمہ کا اعتبار ہے یزید نے پہلے بڑا اچھا کام کیا کہ قسطنطنیہ پر چڑھائی کی مگر خلیفہ ہونے کے بعد تو اس نے وہ گن بیٹھ لے نکالے کہ معاذ اللہ امام حسین کو قتل کرایا۔ اہل بیت کی اہانت کی۔ جب سر مبارک امامؑ کا آیا تو مردود کہنے لگا میں نے بدر کا بدلہ لے لیا ہے۔ مدینہ منورہ پر چڑھائی کی حرم محترم میں گھوڑے باندھے۔ مسجد نبوی اور قبر شریف کی توہین کی۔ ان گناہوں کے بعد بھی کوئی یزید کو مغفور کہہ سکتا ہے؟ قسطلانی نے کہا ہے کہ یزید امام حسین کے قتل سے خوش اور راضی تھا اور اہل بیت کی اہانت پر بھی (اور یہ امر متواتر ہے۔ اس لئے ہم اس کے باب میں توقف نہیں کرتے بلکہ اس کے ایمان میں ہم کو کلام ہے اللہ کی لعنت اس پر اور اس کے مددگاروں پر۔

(تیسیر الباری شرح بخاری ج ۱۱ صفحہ ۹۶ علامہ وحید الزماں)

اہلحدیث علامہ کے تبصرہ کے بعد یہ بحث ہم اپنے وقت کے امام اعظم محدث اہلسنت شاہ ولی اللہ دہلوی صاحب کی طرف لوٹاتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ

شاہ ولی اللہ محدث کی فیصلہ کن تشریح

"مغفور لہم" کے ارشاد نبوی کو دلیل بنا کر بعض لوگ یزید کی نجات پر استدلال کرتے ہیں کیونکہ وہ اس دوسرے لشکر میں شامل بلکہ اس کا سپہ سالار تھا جیسا کہ تاریخ گواہی دیتی ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس حدیث سے صرف اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ اس غزوے سے پہلے کے گناہ جو یزید نے کئے تھے وہ بخشے گئے کیونکہ جہاد کفارات میں سے ہے اور کفارات کا معاملہ یہ ہے کہ ان پہلے کے گناہ زائل ہوتے ہیں نہ کہ بعد کے۔ ہاں اگر آنحضورؐ کے کلام کے

ساتھ یہ الفاظ بھی ہوتے اس کی مغفرت قیامت کے دن تک ہے تب وہ اس کی نجات پر دلالت کرتے اور اگر یہ الفاظ نہیں ہیں تو نجات پر دلالت بھی نہیں ہے بلکہ اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ اس غزوے کے بعد جن قبائح کا ارتکاب اس نے کیا یعنی حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا۔ مدینہ منورہ کو تباہ کیا اور شراب نوشی پر اصرار کیا ان پر اگر اللہ چاہے تو معاف کر دے اور چاہے تو عذاب دے۔ جیسا کہ تمام گناہگاروں کے لئے طے شدہ ہے اور اگر اس کی شمولیت تمام گناہوں میں مان لی جائے تو تمام عاصیوں کے متعلق جو عمومی اصول طے ہے (کہ ان کی معافی اور سزا دونوں کا امکان ہے) یزید کے معاملے میں وہ عموم بھی باقی نہ رہے گا۔ بلکہ اس میں وہ احادیث تحدید و تخصیص پیدا کر دیں گی جن میں اہلبیت کا استخفاف کرنے والوں جرم میں الحاد کرنے والوں اور سنت میں رد و بدل کرنے والوں کو وعید ہے۔"

(شرح تراجم ابواب صحیح بخاری، کتاب الجہاد باب ما قیل فی قتال الروم)

اسلامی دنیا میں رائج تمام فرقوں کے مقتدر علماء یعنی جمہور علمائے ملت مسلمہ نے متفقہ طور پر یزید کے بخشے ہوئے ہونے کی تردید کی ہے مگر آگے چل کر ایک ناصبی ٹولہ اتنا ہٹ دھرم رہا ہے کہ اس کے کان پر جوں بھی نہیں رینگتی ہے۔ بڑی ڈھٹائی سے ان بزرگوں کو خطا دار قرار دیتا ہے۔ دور حاضر کا دارائے ناصبیت محمود عباسی اپنے مذہبی عقائد کے محتاروں میں ایک خود ساختہ مسلک کا پیروکار تھا۔ وہ تو چل بسا، آجکل اس کے چیلے اسی کے چبائے ہوئے لقموں پر گزارا کر رہے ہیں۔ ان میں ایک صاحب محمد عظیم الدین صدیقی ہیں۔ انھوں نے اپنی کتاب "حیات سیدنا یزید" میں ان تمام بزرگوں کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"جہاد قسطنطنیہ اور بشارت مغفرت کے سلسلہ میں اس کی سیر حاصل

گفتگو کے بعد اگرچہ کسی حق پرست اور انصاف پسند شخص کے لئے مزید تفصیل اور قیل و قال کی ضرورت نہیں لیکن چونکہ بعض سرپھروں اور بیمار طبیعت عناصر نے اس واضح اور اٹل تاریخی حقیقت ہی نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی دی ہوئی بشارت و پیشن گوئی کو ڈائنامیٹ اور سبوتاژ کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کرنے کی ناکام و نامبارک کوشش کی ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لگے ہاتھوں اس جانب بھی توجہ کرتے چلیں۔

آ ہیر جمع ہیں احباب حال دل کر لے
پھر التفات دل دوستاں رہے نہ رہے

اشکال — یہ کہا گیا ہے کہ اوّل تو اس مغفرت یافتہ لشکر میں یزید بن معاویہ نے شرکت ہی نہیں کی تھی۔ اور اگر شرکت کی بھی تو کیا ضروری ہے کہ ہر شریک مغفرت بخشش کا مستحق رہی ہو۔ اگر یزید بن معاویہ کو مغفرت یافتہ مان لیا جائے تو پھر بھی یہ مغفرت صرف جہاد قسطنطنیہ تک محدود رہے گی اس لئے ہو سکتا ہے کہ بعد میں پیش آمدہ بدلے ہوئے حالات و کوائف کی وجہ سے مغفرت و جنت کا یہ پروانہ صرف منسوخ اور کینسل ہی نہیں بلکہ جہنم سوختہ بھی کر دیا گیا ہو۔ بہر حال نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی پیشنگوئی و خوشخبری کے باوجود یزید بن معاویہ کو کسی بھی صورت میں مغفرت یافتہ اور جنتی قرار نہیں دیا جا سکتا۔"

یہ ہے وہ اشکال جو بعض معاصرین، دانائے امت، مفکر ملت بقلم خود مورخ اور پیشہ ور ذاکر، حماد العقلوں نے گرتی ہوئی سبائی دیواروں میں مرمت کے طور پر اٹھایا ہے۔ لیکن وہ یاد رکھیں کہ انقلابی علم و فکر کی روز افزوں روشنی کے اس دور میں ان بوسیدہ و کرم خوردہ سہاروں کو اب انشاءاللہ العزیز تادیر قائم نہیں رکھا جا سکتا۔

ورنہ کان بعضھم لبعض ظہیرا ؎

آشنا سحر کے پیدا ہیں اب رات کا جادو ٹوٹا چلا
ظلمت کے بھیانک ہاتھوں سے تنویر کا دامن چھوٹا چلا

(حیات سیدنا یزید جلد اول صفحہ ۸۲)

اس مکابرانہ سخن سازی اور چرب زبانی کا دنداں شکن جواب تو "امام مظلوم اور یزید ملعون" میں ملے گا یہاں ہم اجمالاً جوابات اشکال پر ناقدانہ تبصرہ کرنے پر اکتفا کریں گے۔ چنانچہ صاحب "حیات سیدنا یزید" جواب اول اس طرح تحریر کرتے ہیں۔

"جواب اول" سیدنا یزید کی شرکت جہاد سے متعلق۔ صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۴۰۹ باب صلاۃ النوافل جماعۃ والی صاف و صریح روایت اور علامہ قسطلانی حافظ ابن حجر عسقلانی علامہ بدر الدین عینی شیخ الاسلام ابن تیمیہ، امام ذہبی، حافظ ابن کثیر رحمہم اللہ۔ اور شیعہ مورخ علامہ ابن جریر طبری وغیرہ محدثین و مورخین کی وہ عبارات جو ہم گذشتہ اوراق میں درج کر آئے ہیں انھیں ایک مرتبہ پھر بغور دیکھ لیا جائے اشکال کے اس حلقہ کے سلسلہ میں وہ کافی، وافی اور شافی ثابت ہوں گی۔ اس لئے اس موضوع پر مزید تفصیل کی ضرورت نہیں" (حوالہ مذکورہ بالا)

جواب الجواب

ہم نے گذشتہ اوراق میں مذکورہ عبارات پہلے ہی ہدیہ قارئین کر دی ہیں جن کے من پسند ٹکڑے کاٹ کر یزید کی بخشش اور جنت تیار کی جا رہی ہے جبکہ علامہ قسطلانی، حافظ ابن حجر، علامہ بدر الدین عینی اور حافظ ابن کثیر کی مکمل عبارتوں نے اس نام نہاد لباس کے چیتھڑے اڑا دیئے

ہیں۔ مدعی کے خود پیش کردہ گواہوں نے ہی اس کے دعوی کی برملا تکذیب کر کے پورے مقدمے کا ستیاناس کر دیا ہے۔ ہمیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نیز یہ کہ یزید نے اس جنگ میں شرکت کی یا نہیں کی ہمیں اس سے سروکار ہی نہیں ہے۔

جواب الجواب۔ دوسرا جواب جواب دوم کی تلخیص یہ ہے کہ بقول ابن تیمیہ یزید نے "حدیث مغفرت" کے پیش نظر خلوص دل سے اس جنگ میں شرکت کی۔ ہم کہتے ہیں کہ یزید، ابن تیمیہ اور محمود عباسی وغیرہم دشمنان اہلبیت تھے۔ ان کا کہنا بغض و عناد پر محمول ہوتا ہے لہذا ہمارے لئے قابل قبول نہیں جبکہ ابن تیمیہ کے سوا دیگر مورخین ومحدثین نے صاف لکھا ہے کہ یزید کو معاویہ نے بطور سزا زبردستی بھیجا تھا۔

جواب۔ تیسرا جواب جواب سوم یہ ہے کہ حدیث زیر بحث دلائل نبوت میں سے ہے اور دوسرے اس لشکر نے قسطنطنیہ پر چڑھائی کی کا سردار یزید بن معاویہ تھا لہذا اسے امیر المجاہدین ہونے کی وجہ سے مغفرت سے خارج نہیں کیا جا سکتا ہے۔

ہمارا دو ٹوک جواب یہ ہے کہ جب بشارت مغفرت ہی ثابت نہ ہو تو پھر خروج و دخول کا سوال کیسا؟

چوتھا جواب جواب چہارم میں یہ لکھا گیا ہے کہ قسطنطنیہ کی لڑائی کے متعلق بشارت مغفرت ایک پیشگوئی ہے حضور کی پیشگوئی جھوٹی نہیں ہو سکتی۔ قرآن و سنت میں پیشگوئیوں کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جن میں اعمال و افعال کو پیشگوئی کا مدار قرار دے کر بتلایا گیا ہے کہ جس کسی نے فلاں عمل اختیار کیا وہ جنت کا مستحق ہوگا جس نے فلاں کام کیا وہ جہنم میں جائے گا۔ اس قسم کی پیشگوئیاں دائمی و عمومی ہوتی ہے

ان عام اور غیر محدود پیش گوئیوں میں بیان کردہ بشارت کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ اس نیک عمل پر عامل شخص جب تک عمل کرتا رہے اور اس کے منافی فعل کا مرتکب نہ ہو اس وقت تک وہ بشارت کا حقدار ہوگا۔ بصورت دیگر بشارت کے استحقاق سے محروم قرار دیا جائے گا۔

دوسری قسم کی وہ پیشگوئیاں ہیں جن کا تعلق مخصوص زمانہ اور متعین افراد اور گروہوں سے ہے۔ مثلاً قرآن نے ابولہب کا نام لے کر جہنمی قرار دیا۔ اس قسم کی پیشگوئیاں چونکہ کسی فعل کے ساتھ وابستہ نہیں ہوتیں بلکہ ان میں بیان کردہ بشارات اور وعیدوں کا تعلق مشخص و متعین افراد سے ہوا کرتا ہے۔ اس لئے ان میں کسی چون و چرا کی گنجائش نہیں۔ بشکر قسطنطنیہ کا تعلق اسی دوسری قسم سے ہے۔

ہمارا جواب

ہمارا جوابی جواب یہ ہے کہ اگر کوئی پیشنگوئی ہو تو اس کی قسم پر غور کیا جائے گا جب پیشگوئی ہی نہیں کوئی ثابت ہوتی ہو تو اس کی قسم تلاش کرنے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ جھوٹ کی تو کئی قسمیں ہوتی ہیں۔

اگر بالفرض محال یہ پیشگوئی ہے تو اس کا تعلق بالصراحت عمل و فعل سے ہے جو آپ کی بیان کردہ قسم اوّل ہے۔ اس لئے کہ "جہاد" عمل ہے۔ فریضہ ہے رکن دین ہے۔ اس پر پوری ملّت اسلامیہ کا اتفاق ہے۔ اور پیش گوئی کا تعلق ان مجاہدین سے ہے جو جہاد میں شرکت کریں۔ اب جب عمل ثابت ہوا تو الاعمال بالنیات اگر عمل اخلاص نیت سے کیا گیا ہے تو عامل مستحق بشارت ہے ورنہ

محروم ہے۔ اور ہم نے اوپر معتبر تاریخی حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ یزید کا اخلاص ہرگز ثابت نہیں لہٰذا وہ مبشرہ مغفرت کا قطعی حقدار نہیں بنتا۔

دوسری قسم اس پیشگوئی کو قبول نہیں کرتی کیونکہ اس میں تعین و تشخص مخصوص نہیں۔ ایک فوج ہے جس نے ایک مخصوص علاقہ میں لشکر کشی کرنا ہے اور اس عمل "قتال" کے اجر میں اس کو بشارت حاصل ہے۔ لہٰذا اہمیت "عمل" کو ہے جس قدر حسن عمل میں نکھار ہوگا اسی قدر بشارت مغفرت کا دامن وسیع ہوتا جائے گا۔ اب جب کہ یزید کو اس کے باپ نے زبردستی لشکر میں بھرتی کیا تو جذبہ جہاد اس کی زوجہ ام کلثوم کی آغوش میں روپوش ہو گیا جب اس نے مجاہدوں کی حالت زار پر مضحکہ خیزی کا اظہار کیا تو مغفرت کی چادر کا سایہ اس سے دور ہٹا لیا گیا۔ پس وہ اس بشارت سے محروم رہ گیا۔

لغو توضیح

اب ابوالحسین محمد عظیم الدین صدیقی صاحب کی انتہائی لغو توضیح دیکھئے لکھتے ہیں کہ:-

"اللہ کو معلوم ہی نہ تھا کہ یزید جیسا غلط آدمی اس لشکر میں شریک ہوگا یا اس جہاد کے بعد اس کے اعمال و کردار اسقدر بگڑ جائیں گے کہ "بیک بینی و دو گوش" اسے بشارت مغفرت سے نکال باہر کرنے کی ضرورت پڑ جائے گی۔ اگر واقعی اللہ کو یہ سب کچھ معلوم ہوتا تو وہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پیشنگوئی کراتے وقت اس بات کا ضرور خیال رکھتا کہ یزید بن معاویہؓ بشارت مغفرت میں کسی طرح سے داخل نہ ہونے پائیں۔

(سبائیات سید نا یزید صفحہ ۹۲)

خیر ہم اللہ اور اس کے رسولؐ کو تو سب کچھ معلوم ہے۔ اسی لئے تو
اس قسم کی کوئی پیشگوئی نہیں کی البتہ کتب احادیث کتاب الملاحم اور کتاب الفتن میں
سینکڑوں پیشگوئیاں ہیں جو حرف بحرف پوری ہوئی ہیں۔ یہ پیشگوئی تو
خود ساختہ ہے۔ باقی ناراض نہ ہوں اگر فرض کر لیا جائے کہ یہ پیشگوئی
تھی تو بھی اس سے علم خدا پر حرف نہیں آتا نہ ہی حضورؐ پر کوئی انگشت اعتراض
اٹھتی ہے کیونکہ اس روایت میں کسی کا نام ظاہر نہیں کیا گیا ہے بلکہ "کام"
کا تذکرہ ہے۔ اگر کام نیک نیتی سے کیا گیا ہے اور جہاد فی سبیل اللہ بمطابق
معیار مطلوب ہے تو ایسا عامل و مجاہد مستحق بشارت ہے۔ خدا و رسولؐ
پر تب اعتراض ہوتا اگر وہ یزید کا نام خصوصی طور سے لیتے۔ یہاں تو لشکر
ہے جس کی تعداد کو متعین و محدود نہیں کیا گیا ہے۔ باقی میرے بھائی اجر و ثواب
اور بخشش و مغفرت کا تعلق اعمال و نیات پر ہوتا ہے جیسا کہ ہم نے
پچھلے صفحات میں حجاج اور معتکفین کی مثالیں سپرد قلم کی ہیں۔ اور اب
اضافہ کرتے ہیں کہ "لا الٰہ الا اللہ" کہو۔ فلاح پا جاؤ۔ یہ بشارت
ہر طرح کی قید سے آزاد نظر آتی ہے کہ چاہے کوئی بھی ہو کلمہ توحید ادا کر کے
فلاح یافتہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا تمام منافق جو بظاہر کلمہ پڑھتے رہے ہیں
مفلح قرار پاتے ہیں۔ یا کوئی بھی غیر مسلم زبان سے یہ کلمہ ادا کرے تو بقول
رسولؐ مقبولؐ بھلائی پر ہے جنتی ہے۔ جب علمائے اسلام نے اس
سند فلاحی کو عام سرٹیفکیٹ تسلیم نہیں کیا حالانکہ یہ حدیث روایت "معقولہ"
سے ہر لحاظ سے معتبر، مستند، مقبول و متواتر و مسلمہ ہے جب یہ بشارت
عام و غیر مشروط ہر ایک کے لئے جنت کا پروانہ نہیں بن سکی تو پھر ایک
جعلی روایت جو شرط جہاد سے مشروط ہے ایک غیر مستحق کی مغفرت
کا ثبوت کیسے قرار پا سکتی ہے۔؟
اب عظیم الدین صدیقی صاحب جیسا شوخ کلام بارگاہ الٰہی میں

شکوہ کر سکتا ہے کہ یا خدا جب تو جانتا تھا کہ منافق اور مشرک و ملحد تک
بھی کلمہ "لا الٰہ الا اللہ" اپنی زبان سے ادا کر دیں گے تو پھر تو نے
اپنے پیغمبرؐ کی زبان وحی بیان سے یہ مژدہ کیوں نطق کروایا کہ "لا الٰہ الا
اللہ کہو اور فلاح پا جاؤ" اور پھر خود ہی اپنے نبیؐ سے یہ بات کہلوا کر
کہتا ہے کہ یہ "منافق جھوٹے ہیں" دوزخی ہیں حالانکہ حسب وعدہ پیشگوئی
حضورؐ ہر ایک کو ایسا کہنے پر بغیر شرط اور بغیر کسی قید و تعین کے مفلح
قرار دے چکے ہیں تو اللہ فرمائے گا۔ اے بے لگام و ناہنجار اپنے خلل دماغ
کو دور کر کہ "الاعمال بالنیات"۔

روایت قسطنطنیہ کا درایتی آپریشن

المختصر روایت زیر موضوع کے پوسٹمارٹم میں ہم نے پوری طرح
ثابت کیا کہ روایتاً اس حدیث کی پائی جتنی بھی قیمت نہیں ہے۔ اس کے
تمام راوی درجہ اعتبار سے گرے ہوئے ہیں۔ ام حرام سے منسوب
یہ اکیلی روایت بخاری شریف میں دوسرے مقامات پر بھی نقل کی گئی
ہے۔ اب ہم اس کا درایتی آپریشن کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں
پہلے یہ کہانی بخاری کی زبانی سنیئے۔

"عبداللہ بن یوسف، مالک، اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے
روایت کرتے ہیں۔ انھوں نے انس بن مالک کو کہتے ہوئے سنا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ آپ ام حرام بنت ملحان کے
پاس تشریف لے جاتے وہ آپ کو کھانا کھلاتی تھیں اور ام حرام عبادہ
بن صامت کے نکاح میں تھیں۔ ایک دن اسی عادت کے موافق رسول اللہ
ان کے پاس گئے اور انھوں نے حضرتؐ کو کھانا کھلایا اور آپ کے سر میں
جوئیں دیکھنے لگیں۔ پھر آنحضرتؐ سو گئے اور ہنستے ہوئے بیدار ہو گئے۔

اُمِ حرام کہتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کیوں ہنس رہے ہیں
فرمایا اس وقت خواب میں میری اُمت کے کچھ لوگ جہاد کرتے ہوئے
پیش کئے گئے۔ جو بحری جہاز پر سوار تھے اور تخت نشین بادشاہوں کی
طرح تھے۔ اُم حرام کہتی ہیں میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اللہ
سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے ان لوگوں میں شامل کر دے۔ رسول اللہؐ نے میرے
لئے دعا کی اس کے بعد آپ کو پھر نیند آگئی اور آپ سو گئے۔ اور تھوڑی
دیر بعد ہنستے ہوئے بیدار ہوئے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کیوں
ہنس رہے ہیں۔ فرمایا اب کی مرتبہ خواب میں میری اُمت کے لوگ خدا
کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے سامنے لائے گئے۔ جیسا کہ آپ نے پہلی بار
فرمایا تھا۔ اُم حرام کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اللہ
سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے ان میں شامل کر دے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم پہلے
لوگوں میں سے ہو چنانچہ وہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان کے زمانہ میں
دریا میں سوار ہوئیں پھر جب دریا سے باہر نکلنے لگیں تو سواری کے
جانور سے گر پڑیں اور اللہ کو پیاری ہو گئیں۔"

(صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد۔ حدیث ۵۹۔ جلد ۲۔ صفحہ ۶)

بحث

۱۔ قطع نظر اس گوشہ کے کہ اس روایت کے بھی سب
راوی اعتبار سے گرے ہوئے ہیں اور ناقدین نے کسی کو ثقہ قرار نہیں
دیا ہے۔ ہم اس سلسلہ کی جڑ انس بن مالک کا مختصر تعارف پیش کرنا
ضروری سمجھتے ہیں۔ موصوف خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں صرف
رسول اللہؐ، ابوبکرؓ اور عمرؓ کو دوست رکھتا ہوں کہ اس محبت کی وجہ
سے میں آخرت میں بھی ان کے ساتھ رہوں۔ اگرچہ میں ان جیسے اعمال
بجا نہیں لاتا۔ (مسند احمد حنبل ج ۳ ص ۲۲۷)

یہ صاحب حضرت علیؑ کے مخالفین میں سے تھے مشہور حدیث طیر

کے سلسلہ میں دو مرتبہ غلط بیانی کر چکے تھے۔ حدیث غدیر کی گواہی کو چھپا
گئے تھے چنانچہ مشہور ہے کہ مبروص و معتوب اور نابینا ہو کر اس جہان سے
رخصت ہوئے۔ انھوں نے علیؑ کی بیعت نہیں کی اور بنی اُمیہ سے ان کے
تعلقات بڑے گہرے تھے۔ یہ اُم سلیم کے فرزند اور اُم حرام کے بھانجے
تھے۔ ابی طلحہ ان کے سوتیلے باپ اور اسحاق بن عبداللہ راوی ان کے
بھتیجے تھے۔

۲۔ انس کی روایت کردہ منقولہ بالا حدیث میں جنت کے واجب
ہونے یا کسی کے مغفور ہونے کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

۳۔ یہ روایت ان روایتوں میں کی ایک ہے جن کو بیان کر کے
انس پیغمبرؐ سے اپنے گھریلو تعلقات کی مشہوری کیا کرتے تھے۔ چنانچہ
اپنی والدہ اُم سلیم کے بارے میں بھی انہوں نے کئی روایات بیان
کی ہیں اور اپنے گھر سے حضورؐ کا خصوصی لگاؤ ظاہر کیا ہے۔

۴۔ اس روایت کو صحیح مان لینے سے تنقیص پیغمبرؐ ہوتی ہے۔ کیونکہ
حکم پردہ آنے کے بعد اس حدیث میں بیان کردہ واقعہ کا وقوعہ بیان
ہوا ہے یعنی سنہ ھ یا سنہ ھ میں۔

۵۔ سرور کائنات حکم قرآن کے اوّلین پابند ہوتے ہیں۔ اب
جبکہ عورتوں پر حجاب واجب ہو گیا ہو تو حضورؐ کے لئے یہ تجویز نہیں
کیا جا سکتا کہ معاذ اللہ وہ کسی نامحرم بی بی کے ہاں بے تکلف تشریف
لے جائیں جبکہ خاندان نبوت میں پردہ کے حکم کی پابندی کا یہ عالم
تھا کہ جب امام حسنؑ اور امام حسینؑ عمر بلوغت کو پہنچے تو اُم المومنین
بی بی عائشہ نے سبطین مکرمین سے پردہ کیا۔ لہٰذا چونکہ اس روایت
کو مان لینے سے ایک صحابیہ اور خود نبی کریمؐ کی طرف قرآن مجید کے حکم کا
عدول مخدوش ہوتا ہے لہٰذا تحفظ عصمت رسولؐ اور ناموس صحابیہ

مقتضی ہیں کہ اس روایت کو مجروح قرار دیا جائے۔ اور قبول نہ کیا جائے۔

۶۔ کسی کے سر میں جوئیں ہونا غلاظت و گندگی میں شمار ہوتا ہے یہ مکروہ و معیوب چیز ہے۔ حضورؐ اقدس طاہر و مطہر اور ہر طرح کی آلودگی سے اس طرح پاک ہیں جس طرح پاک ہونے کا حق ہے۔ آپؐ کے سر مبارک میں جوؤں کا ہونا جو ایک چھوٹا کیڑا یا کرم ہوتی ہیں شانِ طہارت پاکیزگی کے سراسر خلاف ہے۔ کیونکہ اللہ نے ہر طرح کی نجاست سے آپؐ کو پاک رکھا ہے۔ حضورؐ کے پسینے کے قطرات تک معطر تھے خود ام حرام کی بڑی بہن والدہ انس بن مالک حضرت ام سلیم کا بیان ہے وہ حضورؐ کے قطرات پسینہ شیشی میں محفوظ کر لیا کرتی تھیں جن سے مشک جیسی خوشبو آتی تھی۔ (طبقات ابن سعد) لہٰذا یہ معتبر نہیں کہ حضورؐ کے سر میں جوئیں ہوں جبکہ مردوں کے سروں میں جوؤں کا ہونا اور بھی برا سمجھا جاتا ہے۔

۷۔ اس روایت کو درست مان لینے سے پیغمبرؐ کا اخلاق و کردار دونوں مجروح ہوتے ہیں کہ ازواج کے ہوتے ہوئے ایک شوہر دار خاتون کے گھر جا کر اپنے سر کی جوئیں دکھائیں۔ اسی طرح اس خاتون پر الزام آتا ہے کہ وہ کسی نامحرم کا سر دیکھے۔ یہ قلمکاری صرف رسول اللہؐ کے ساتھ اپنے گھریلو مراسم ظاہر کرنے کے لئے کی گئی ہے تاکہ عوام پر اپنا اعتبار بٹھایا جا سکے اور اس روایت کا آخری حصہ تو سراسر "معاویہ اینڈ کو" کا ساختہ پرداختہ ہے۔ ان کی رائے عامہ کو اپنے حق میں ہموار رکھنے کی یہ بھی ایک ترکیب تھی وہ اپنے ہمنواؤں کا ذرا سا بھی رسولؐ سے تعلق بڑھا چڑھا دیتے اور اس کی تشہیر کرنے کو اپنے حق میں مفید سمجھتے تھے اور جب وہ قریبی مصاحبت کی شہرت پاتے تو پھر ان سے اپنے فضائل میں روایات وضع کرواتے تھے۔

۸۔ تاریخی تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ معاویہ کے زمانے میں مسلمان کی سمندری لڑائی اسلامی تاریخ کی پہلی لڑائی نہیں تھی بلکہ سمندری بیڑا عہد عثمان میں تیار ہو چکا تھا اور کئی ایک مہمات سر کی جا چکی تھیں۔ میری تحقیق کے مطابق آبی جہاد کی سرگرمیاں عہد امیر المومنین علیہ السلام میں بھی جاری رہیں۔ بہرحال یہ تو اٹل حقیقت ہے کہ عہد معاویہ کے لشکر کو اولیت حاصل نہیں ہے۔

۹۔ مذکورہ پیشگوئی کا تعلق جہاد سے ہے۔ لہٰذا ترغیب کی ضرورت نوع تذکیر کو تھی نہ کہ صرف ایک عورت کو جبکہ عورت سے جہاد ویسے ہی ساقط ہے۔

۱۰۔ اگر فی الواقعہ حضورؐ نے ایسی کوئی بشارت دی ہوتی تو عقلاً اس کی تبلیغ مردوں کو کی جاتی ان کو تیار کیا جاتا۔ مگر تعجب یہ ہے کہ اس قسم کی پیشگوئی ام حرام کے علاوہ کسی دیگر خاتون یا حضرت کو نہ بتائی گئی جبکہ ایسی ولولہ انگیز بشارت کو ہر خاص و عام پر واضح کرنا چاہئے تھا تاکہ لوگوں کے جذبہ جہاد کو رغبت حاصل ہو سکے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ام حرام کے سوا حضورؐ نے کسی اور کو اس پیشگوئی سے مطلع نہ فرمایا۔

۱۱۔ بخاری نے اسی کتاب کے باب ۷۰: غزوۃ المراۃ فی البحر کے تحت حدیث ۱۴۱ میں انس کی اس روایت کو بتغیر الفاظ دہرایا ہے۔ وہاں ام حرام کا نام ابنت ملحان ظاہر کیا ہے۔ وہ روایت اس روایت سے ٹکراتی ہے کہ اس میں نقل کیا گیا ہے کہ خواب کے اس واقعہ کے بعد ملحان کی بیٹی نے عبادہ بن صامت سے نکاح کر لیا پھر وہ معاویہ کی بیوی کے ہمراہ دریا میں سوار ہوئیں جب لوٹ کر اپنی سواری پر بیٹھنے لگیں تو اس سے گر پڑیں اور اس سے کچل کر مر گئیں جبکہ روایت ۱۴۰ میں ہے کہ وہ عبادہ کے

نکاح میں تھیں جب یہ واقعہ خواب میں پیش آیا اسی طرح روایت ۵۵ میں مرقوم ہے کہ حضورؐ نے پہلے خواب میں بحری جہاد کا واقعہ دیکھا اور دوسرے خواب میں بری جہاد کا مگر حدیث ۱۲۱ سے دونوں مرتبہ ایک ہی جہاد یعنی دریائی جہاد ماخوذ ہوتا ہے لہٰذا دونوں روایتوں کا آپس میں تضاد واقعہ کو مشکوک قرار دیتا ہے۔

۱۲- بنت ملحان کا بنت قرظہ زوجہ معاویہ بن سفیان سے قرب و معیت ثابت ہوتی ہے۔

۱۳- ان دونوں روایتوں یعنی ۵۵ اور ۱۲۱ میں کسی ایک میں بھی جنتی ہونے اور مغفور ہونے کا تذکرہ نہیں ہے۔

۱۴- یہی حدیث بخاری نے جب باب ما قیل فی قتال الروم میں نقل کی ہے تو اس میں جنتی و مغفور ہونے کا اضافہ کیا ہے جس پر ہم جرح کر رہے ہیں اور اس کو دیگر روایتوں سے مختلف دیکھتے ہیں۔ پہلی روایتوں میں "مدینہ قیصر" کا تذکرہ بھی موجود نہیں ہے۔

۱۵- واقعہ کا یہ روایتی تضاد اس کے حتمی ہونے میں ابہام پیدا کرتا ہے۔ جبکہ ایسی کھلی بشارت کے لئے حدیث کا حتمی ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اس موضوع حدیث کا چرچا عہد معاویہ سے قبل ثابت نہیں ہے ورنہ مسلمانوں میں اس سعید گھڑی کا بے تابی سے انتظار ہوتا اور مجاہدین کے اشتیاق کا حال تاریخ و کتب احادیث میں مرقوم ہوتا۔ پس یہ حدیث جس کی نوک پلک درست نہیں اپنے سیاق و سباق کے اعتبار سے اور اپنے پس منظر کی روشنی میں عہد بنی امیہ کی ساختہ ثابت ہوتی ہے۔ اس کے تمام کاریگروں کا تعلق ایسی صنعت حدیث سازی سے پوری طرح مصدق ہے جو بنی امیہ نے قائم کی تھی چونکہ اس کے مندرجات خلاف قرآن اور عصمت پیغمبرؐ کے برعکس

ہیں۔ اس لئے اس کو قبول نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اب آپ یزید کے حامی عظیم ابن تیمیہ کی رائے سنئے۔ ابن تیمیہ کے یہ الفاظ ان لوگوں کے منہ پر طمانچہ ہیں جو اس کو خلیفہ راشد اور امام الصحابہ بناتے ہوئے نہیں تھکتے۔ ابن تیمیہ امامت یزید کے بارے میں لکھتا ہے

ابن تیمیہ کا طمانچہ!

"بعض متعصب حد سے بڑھ جاتے ہیں اور یزید بن معاویہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ امام ہے اور اس کی امامت کا اعتقاد رکھتے ہیں اور معتقد ہیں کہ وہ راشد خلیفوں کی مانند رشید تھا اور ائمہ مہتدین میں تھا جیسا کہ حضرات ابو بکر، عمر، عثمان اور علی تھے۔ اور مسلمانوں میں سے کسی ایک کا بھی یہ عقیدہ نہیں۔ یہ گروہوں کے بعض جہلا کا نظریہ ہے کہ وہ اعتقاد کرتے ہیں کہ یزید صحابہ اور خلفائے راشدین اور نبیوں میں سے تھا مگر اہل علم میں سے ان جہلا کا کسی نے بھی ساتھ نہیں دیا۔"

(منہاج السنۃ جلد ۲ ص ۲۲۸)

یزید علمائے اسلام کی نظر میں!

اب ہم اہل اسلام کے مشہور مکاتب فکر کے معروف علماء اسلام کی آراء در بارۂ یزید پیش کرتے ہیں۔

مسلک دیوبند

مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب بانی مدرسہ دیوبند تحریر کرتے ہیں:

"بالجملہ اہل سنت کے اصول پر

یزید کی پہلی حالت بدل گئی بعض کے نزدیک وہ کافر ہوگیا اور کچھ کے نزدیک اس کا کفر متحقق نہ ہوا بلکہ اس کا پہلا اسلام فسق کے ساتھ مخلوط ہوگیا۔ اگر امام حسین نے اس کو کافر سمجھا تو اس پر خروج کرنے میں کیا غلطی کی۔ امام احمدؒ کو یہی بات پسند آئی۔"

(مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ صفحہ ۲۵۸)

مولوی محمد طیب صاحب

حکیم الاسلام مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں کہ "بہر حال یزید کے فسق و فجور پر جبکہ صحابہ کرام سب کے سب ہی متفق ہیں اور ان کے بعد علماء راسخین محدثین فقہاء مثل علامہ قسطلانی علامہ بدرالدین عینی۔ علامہ ہیثمی، علامہ ابن جوزی۔ علامہ سعدالدین تفتازانی محقق ابن ہمام۔ حافظ ابن کثیر علامہ الکیا الہراسی جیسے محققین یزید کے فسق پر علماء سلف کا اتفاق نقل کر رہے ہیں اور خود بھی اسی کے قائل ہیں۔ تو اس سے زیادہ یزید کے فسق کے متفق علیہ ہونے کی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے؟

(شہید کربلا اور یزید صفحہ ۱۵۹)

مُلّا علی قاری

"حق یہ ہے کہ یزید کا قتل حسین پر راضی ہونا اور اس پر استبشار کرنا اور اہلبیت نبی صلعم کی اہانت کرنا ایسے کارنامے ہیں جس کا ثبوت متواترات سے ہے۔ اگرچہ اس کی تفصیل بطریق احادثات ہے پس ہم یزید کے بارے میں توقف اختیار نہیں کرتے بلکہ اس کے ایمان کے بارے میں بھی ہم کو توقف نہیں ہے (یعنی وہ بے ایمان و کافر ہے) اللہ کی لعنت ہو اس پر اور اس کے مددگار و معاونین پر۔"

(شرح فقہ اکبر صفحہ ۸۸)

اہلحدیث علامہ وحید الزماں

مولانا وحید الزماں حیدر آبادی تحریر فرماتے ہیں کہ:۔ ہمارے امام حسین بن علی

نے یزید لعنۃ اللہ پر خروج فرمایا اور یزید کی بیعت نہ کی اور اکثر اہل مدینہ نے بھی بیعت نہ کی اور جن لوگوں نے بیعت کی تھی تو بیعت کو توڑ ڈالا جبکہ (یزید پلید) کا فسق و فجور اور الحاد اور شراب و زنا کو حلال کرنا دیکھا اور امام حسین علیہ السلام نے اپنی جان کو کلمۃ اللہ کے جاری کرنے کے واسطے اور شرع متین کو محکم کرنے کے لئے قربان کر دیا اور تمام شہیدوں اور صدیق بندوں کے سردار بن گئے اور جس نے شہادت حسینی سے انکار کیا اور ان کو باغی سمجھا اس نے سخت غلطی کھائی (کیونکہ اس نے تمام اخبار و احادیث نبوی کو جھٹلایا) .... تحقیق ہم نے اس یزید پر لعنت کی کیونکہ ہمارے امام احمد بن حنبل نے بھی اس پر لعنت کی جیسا کہ ہمارے متقدمین میں سے ابن جوزی نے لعنت کو جائز رکھا اور امام غزالی نے منع کیا مگر انہوں نے خیال نہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ کو ایذا دیتے ہیں وہ دنیا و آخرت میں ملعون ہیں اور ان کے واسطے سخت عذاب ہے (غزالی صاحب فرمائیے) قتل اولاد رسولؐ مقبول سے زیادہ کون سی ایذا ہوگی اہلبیت نبوت کو رسوا کرنا اہالیان مدینہ منورہ کو قتل و غارت کرنا اس سے بڑھ کر اور کونسی اذیت ہوگی۔ یہ خبر متواتر ہے جس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ یزید نے یہ حکم دیا اور اس پر خوش ہوا۔ (ہدیۃ المہدی ج ۱ صفحہ ۹۰)

آنجہانی مسیح موعود جماعت احمدیہ کا بیان

اقلیتی فرقہ احمدیہ کے بانی مرزا غلام احمد تحریر کرتے ہیں کہ:۔

"ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع دنیا کا کیڑا اور ظالم تھا اور جن معنوں کی رو سے کسی کو مومن کہا جاتا ہے وہ معنی اس میں موجود نہ تھے۔ بدنصیب یزید کو یہ باتیں کہاں حاصل تھیں۔ دنیا کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا تھا مگر حسین علیہ السلام طاہر مطہر تھا اور بلا شبہ وہ ان برگزیدوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنی

محبت سے معمور کر دیتا ہے اور بلا شبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے اور اس امام کے تقوے اور محبت الٰہی اور صبر و استقامت اور زہد و عبادت ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کے اقتدا کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔ تباہ ہو گیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے۔ اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ ایک خوبصورت انسان کا نقش۔ یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ کون جانتا ہے ان کی قدر مگر وہی جو ان میں سے ہیں۔ دنیا کی آنکھ ان کو شناخت نہیں کر سکتی کیونکہ وہ دنیا سے بہت دور ہیں۔ یہی وجہ حسین علیہ السلام کی شہادت کی تھی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانے میں محبت کی تا حسین علیہ السلام سے بھی محبت کی جاتی۔ غرض یہ امر نہایت درجہ شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حسین علیہ السلام کی تحقیر کی جائے اور جو شخص حسین یا کسی اور بزرگ کی جو ائمہ مطہرین میں سے ہے تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف کا اس کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے کیونکہ اللہ جل شانہ اس کا دشمن ہو جاتا ہے جو اس کے برگزیدوں اور پیاروں کا دشمن ہے۔"

(دین الحق یا ہمارا مذہب حصہ اول صفحہ ۸۸ و صفحہ ۸۹)

بلا تبصرہ بلا عنوان

حضرت عبد اللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

لہ نبی کا مذہب بھی امام کی عصمت کی تکذیب نہیں کرتا ہے۔

"خدا کی قسم! ہم یزید کے خلاف اس وقت اٹھ کھڑے ہوئے جبکہ ہمیں یہ خوف لاحق ہو گیا کہ اس کی بدکاریوں کی وجہ سے ہم پر آسمان سے پتھر نہ برس پڑیں کیونکہ یہ شخص (یزید) ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں کے ساتھ نکاح جائز قرار دیتا، شراب پیتا اور نماز ترک کرتا۔"

(طبقات ابن سعد جلد ۵ صفحہ ۶۶)

یزید بن معاویہ اپنی پھوپھی پر عاشق ہوا وہ باکرہ تھی۔ اسے اس پر اظہار عشق کرنے میں جھجک محسوس ہوئی مگر اپنا کام نکالنے کی آگ سرد نہ ہوئی پس اپنی پھوپھی کو ایک باغ میں لے گیا اور اس کے سامنے کھڑے ہو کر تین کی جفتی کا کھیل منعقد کیا اور جو مقصد دلی اور جذبہ قلبی تھا اس کو پورا کیا مگر وہ باکرہ نہ تھی۔ (انوار النعمانیہ بحوالہ نور یقین صفحہ ۳۱)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی اپنی کتاب مستطاب "مدارج النبوة" میں لکھتے ہیں کہ یزید پلید نے اپنے ایام ولی عہدی میں ام المومنین حضرت بی بی عائشہ سے اپنے نکاح کی خواستگاری کی۔

یزید اکثر یہ شعر پڑھا کرتا تھا کہ:۔

فان حرمت یوما علی دین احمد
فخذها علی دین المسیح ابن مریم

اگر شراب دین احمد کے مطابق ایک دن حرام ہو گئی تو پھر اسے دین مسیح ابن مریم پر ہو کر پیتا چلا جا۔

(ذبح عظیم)

ممدوح ناصبین ابن کثیر کا نواصب کی پسندیدہ کتاب "البدایہ والنہایہ" میں یزید کیلئے جھوٹ کا انبار لگانا

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ:۔

جب اہل مدینہ کو اُن کے یزید کے پاس بھیجے ہوئے وفد نے واپس (مدینہ) آکر اطلاع دی کہ یزید فسق و فجور میں مبتلا ہے شراب پیتا اور گانا

کا رسیا ہے اور اس کا دین و مذہب کچھ بھی نہیں تو انھوں نے قریش پر عبد اللہ بن مطیع اور انصار پر عبد اللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا۔ پھر یزید سے اہل مدینہ نے اس طرح اظہار نفرت کیا کہ ایک شخص نے اپنا عمامہ اتار کر کہا میں یزید کی بیعت کو اس طرح توڑتا ہوں جس طرح میں نے اپنا عمامہ اتار دیا ہے۔ پھر ایک شخص نے اپنا جوتا اتار کر کہا میں یزید کی بیعت سے اس طرح نکل رہا ہوں جس طرح میں نے یہ جوتا اتار دیا ہے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اہل مدینہ کے اس اجتماع میں سے ہر شخص نے اپنا عمامہ اور اپنا اپنا جوتا اُتار اُتار کر رکھنا شروع کر دیئے حتیٰ کہ عماموں کا ڈھیر اور جوتوں کا انبار لگ گیا۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۲۳)

یزید کے دست راست ابن زیاد کی نظر میں یزید کا مقام

قاتلِ امام مظلوم عبید اللہ بن زیاد گورنر کوفہ یزید کا ہم پیالہ و ہم نوالہ اور چہیتا گورنر ہی نہیں بلکہ دست راست تھا اور اس کا درجہ وہی تھا جو عمرو بن عاص کا معاویہ سے تھا۔ چنانچہ ابن زیاد یزید کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ مورخ ابن اثیر سے سنئے!

"وبعث الی عبید اللہ بن زیاد یأمرہ بالمسیر الی المدینۃ ومحاصرۃ ابن الزبیر بمکۃ فقال واللہ لا جمعتہما للفاسق قتل ابن رسول اللہ وغزو الکعبۃ ثم ارسل الیہ یعتذر۔"

(کامل ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۴۵)

یعنی پھر یزید نے عبید اللہ بن زیاد (گورنر کوفہ) کو مدینہ منورہ پر چڑھائی کرنے اور مکہ مکرمہ میں حضرت عبد اللہ بن زبیر کا محاصرہ کرنے کا پیغام بھیجا۔ تو اس (ابن زیاد) نے کہا اللہ کی قسم میں اس فاسق (یزید)

کے لئے قتل ابن رسول اللہ (جو پہلے ہی کر چکا ہوں) اور کعبہ میں لڑائی دونوں کو (اپنے لئے) جمع نہیں کروں گا۔ پھر اس نے یزید کی طرف معذرت نامہ بھیجا۔

آخری حجت بتوسل کلام رسول مقبول

صاحب صواعق محرقہ علامہ ابن حجر مکی نے حدیث رسول نقل کی ہے کہ:
"اول من یبدل سنتی رجل من بنی امیۃ یقال لہ یزید"
(صواعق محرقہ صفحہ ۱۳۲)

یعنی پہلا شخص جو میری سنت کو تبدیل کرے گا وہ بنی امیہ میں سے ہو گا جو یزید کہلائے گا۔

اسی مقام پر حضرت ابو عبیدہ کی روایت منقول ہے کہ
"اول جو شخص دین میں رخنہ ڈالے گا اس کا نام یزید ہو گا۔"
(صواعق محرقہ صفحہ ۲۵۸)

پیشگوئی اور بددعائے پیغمبر

حافظ ابو نعیم صحابی حضرت معاذ رض سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طویل حدیث نقل کرتے ہیں جس میں آئندہ رونما ہونے والے فتنوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں ملوکیت آنے کی بھی خبر ہے اور یزید کا باقاعدہ اور بالصراحت نام لیکر حضور صلعم نے اسے بددعا دی ہے فرمایا۔

لا یبارک اللہ فی یزید نعم ذرفت عیناہ فقال نعی الی الحسین واتیت بتربۃ...... الخ۔"

یعنی اللہ برکت نہ دے یزید (ملعون) کو وہ میرے حسین کو شہید کرے گا۔

(الحجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۵۲۹)

ام المومنین عائشہ صدیقہ کی تصدیق و گواہی!

شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی نے یزید کے بارے میں یہ حدیث بھی نقل فرمائی ہے
عن عائشۃ یزید لا بارک اللہ

فی یزید الطعان اللعان، اما انہ لیحی لی حبیبی و محبی۔۔۔ بعقاب
یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ قاتل و ملعون یزید کو اللہ برکت نہ دے کیونکہ اس نے میرے پیارے بیٹے حسین کے ساتھ بغاوت کی اور ان کو شہید کرایا۔ حسین کی تربت کی مٹی میرے پاس لائی گئی اور مجھے اس کا قاتل بھی دکھایا گیا اور بتایا گیا کہ جن کے سامنے حسین شہید کئے جائیں گے وہ انکی مدد نہیں کریں گے اور اسی سبب سے ان پر عذاب مسلط کر دیا گیا ہے۔ (ماثبت بالسنۃ ص ۲۲۱)

ہم کہتے ہیں کہ اور کچھ نہیں تو کم از کم ام المومنین کی بات ہی کو مان لیجئے۔ اگر ان روایات کو ضعیف کہا جائے تو گزارش یہ ہے کہ علماء نے فضائل کی ضعیف روایات کو بھی قبول کر لینے کی تاکید فرمائی ہے۔ اگر یہ اشکال وارد کیا جائے کہ حضرت ابوعبیدہ اور بی بی عائشہ دونوں کا انتقال قبل شہادت امام حسین ہو گیا تھا تو میں عرض کروں گا یہ شہادت امام کی پیشگوئیوں میں سے ہے۔ حضرت ام سلمہ اور بی بی عائشہ کی متعدد پیشگوئیاں جو ان ازواج رسول نے حضور پاک سے سماعت فرمائی تھیں کتب احادیث میں موجود ہیں اور یہ روایات بھی ترتیب متقدمین کے لحاظ سے قطعی طور پر پیشگوئی ہیں جس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ بی بی عائشہ کا یزید کا نام لینا بھی مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کے مطابق ہے جس میں حضور نے "لا بارک اللہ یزید" فرمایا ہے۔ پھر یزید کی بیعت کا مسئلہ تو آپ کی زندگی ہی میں زوروں پر تھا۔ اور چونکہ یہ پیشگوئی آپ کے سامنے تھی لہٰذا بیعت یزید کی مخالفت کی۔ پھر اس روایت میں ایسا کونسا خلاف واقع امر ہے کہ جسے بنیاد بنا کر حدیث کو ٹھکرا دیا جائے۔

تحقیق حق آسان ہو گئی

محترم قارئین! اب تحقیق حق آسان و سہل ہو گئی۔ ایک طرف موضوع حدیث قسطنطنیہ ہے اور دوسری طرف "لا بارک اللہ یزید"۔

۱۔ اول الذکر کی راویہ اُم حرام ہیں۔ موخر الذکر ام المومنین عائشہ کی مروی ہے۔

۲۔ پہلی روایت گو بخاری شریف میں ہے مگر موضوع ثابت ہے دوسری حدیث بخاری میں نہیں مگر موضوع بھی نہیں۔

۳۔ دونوں روایتوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئیاں ہیں۔ ایک میں "مغفور لہم" کی دعا ہے نام کا تعین نہیں ہے۔ دوسری میں نام کے ساتھ فرمان ہے "لا بارک اللہ یزید"۔

۴۔ رسول صادق کی پیشگوئی برحق ہوا کرتی ہے اور اٹل ہوتی ہے اگر حضور نے یزید کے لئے بخشا ہوا ہونا فی الحقیقت فرمایا ہے تو یہ امر محال ہے کہ وہ "مغفور" نہ ہو ورنہ تکذیب پیغمبر لازم آئے گی اب ہر صاحب ایمان کو دعوت غور ہے اور سب سے مطالبہ انصاف ہے کہ بتائیں حضور کی اس بشارت مغفرت کا عملی اثر کیا ظاہر ہوا اور خدا نے اپنے رسول مخبر صادق کی اس بشارت کا کیا تحفظ فرمایا۔ صداقت پیغمبر کا کیا بھرم قائم رکھا۔ عملاً ۱۴ سو سال تا ہنوز اور الیٰ یوم القیامت امت کی ۹۸ فیصد تعداد یزید کو اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھتی۔ صبح و شام اسلامی برادری کی اغلب اکثریت اسے لعن طعن کرتی ہے اس کا نام داخل دشنام ہو چکا ہے، یہ بے عزتی بے وقعتی اور انتہائی ذلت شاید فرعون و نمرود جیسے جابر و سرکش

حکمرانوں کے حصّہ میں بھی نہ آئی۔ کیا یہ قدرتی بندوبست کُھلی آنکھوں، روشن ضمیروں اور منصف مزاج ذہنوں کے لئے کافی ثبوت نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو کسی نیک بشارت کا مستحق قرار نہیں دیا۔

۵۔ اس کے برعکس "لا بارک اللہ یزید" کی بد دعا حرف بحرف پوری ہوئی ہے۔ یزید کی نسل کٹ گئی۔ آج اس کی اولاد بھی اس کے نسب سے اپنا تعلق و ناطہ قائم کرنے میں شرم محسوس کرتی ہے۔ اس کی سلطنت کا تزک و احتشام جاہ و جلال سب کچھ ختم ہو گیا کسی طرح کی برکت نہ رہی۔

۶۔ روایتیں جھوٹی ہوں یا سچی، موضوع ہوں یا تحقیقی، ضعیف ہوں یا معتبر ہم اس پہلو کو ایک طرف رکھتے ہوئے صرف قدرتی بندوبست کے مشاہدے سے اس بات کا فیصلہ کر سکتے ہیں کہ مبشر مغفرت ایسا سلوک جس طرح کہ یزید کے ساتھ صدیوں سے ہوتا آرہا ہے پیغمبر ﷺ کے مبینہ قول کی واضح تکذیب کرتا ہے اور اس روایت کو صحیح مان لینے سے اعتبار نبوت کو ضعف اور اخبار پیغمبر ﷺ کی صحت کو ٹھیس پہنچتی ہے۔

۷۔ پس تحفظ صداقت سید المرسلین صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا تقاضا ہے کہ اس طرح کا سفید جھوٹ آپ ﷺ کی ذات گرامی سے منسوب نہ کیا جائے جو نہ ہی عقلاً ثابت ہو سکے اور نہ ہی نقلاً۔

ان معروضات کے ساتھ ہم یزید نوازوں کو عموماً اور ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو خصوصاً پیغام دیتے ہیں کہ کسی ممدوح کی مدح میں اس قدر غلو اختیار نہ کریں کہ اصول دین اور عقائد اسلام میں رخنہ اندازی پیدا ہو۔ حضور اکرم ﷺ پر نسبت کذب و افتراء کا جواز

نکل سکے۔ اُمت کے اتحاد کو ٹھیس لگے۔ کیونکہ پیغمبر ﷺ سے کسی جھوٹ کا منسوب کرنا بالاجماع اُمت دوزخ میں گھر بنانا ہے۔

اللہ سب کو اس امر قبیح سے محفوظ رکھے۔
اور اُمت میں اتحاد کو قائم فرمائے۔ ؎

آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور ہے کیا آفتاب کا!

ضمیمہ

درسِ آئین

(استفادہ از کے ایم ندیم ایڈووکیٹ)

آج کل اسلام اور پاکستان کے دشمنوں کی ایسی خفیہ سرگرمیاں منکشف ہوئی ہیں جن کا مذموم مقصد مسلم اُمہ کے اتحاد، وقار اور استحکام کو نقصان پہنچانا ہے۔ اسلام اور قلعہ اسلام پاکستان کے خلاف بین الاقوامی صیہونی سازش، بھارتی رام راج کا خواب، نظریہ الحاد، سرمایہ داری کا نظام۔ ان سب کے گٹھ جوڑ سے قطع نظر دشمن نے مسلمانوں میں باہمی آویزش اور داخلی انتشار پیدا کرنے کے مقاصد میں کامیابی حاصل کرلی ہے اور خصوصاً مملکت پاکستان کو دولخت کرنے کے بعد ان کے حوصلے بلند ہوگئے ہیں اب وہ بقیہ پاکستان کو دنیا کے نقشہ سے حذف کرنے کی بھرپور کوشش میں مصروف عمل ہیں۔ چنانچہ ہم آئے دن اپنے گردوپیش ملکی زندگی میں پُرآشوب حالات اور تکلیف دہ واقعات مشاہدہ کرتے ہیں۔

(مغربی) پاکستان کا سیاسی و جغرافیائی محل وقوع قدرتاً ایسا ہے کہ اس خطہ ارضی پر لسانی تعصب، نسلی امتیاز اور صوبائی عصبیت کو پنپنے کا ہرگز موقع حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ ملک کے تمام صوبے ایک قومی زبان

پر عملاً متفق ہیں۔ خاندان ایک دوسرے میں رچے بسے ہیں ملی جلی معاشرت کا یہ رابطہ اتنا قریب و مضبوط ہے کہ اس میں عصبیت کا کوئی جرثومہ اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کی جگہ حاصل نہیں کرسکتا ہے چنانچہ جب دشمن کو ایسے تعصب کو ہوا دینے کی خاطر خواہ گنجائش دستیاب نہ ہوسکی تو اپنی خباثتِ فطری سے مجبور ہوکر اس نے فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے کی سازش مرتب کی چنانچہ مسلمانوں کے دو بڑے اسلامی فرقوں سُنی و شیعہ کے صدیوں پرانے اختلافات کو ہوا دے کر ملک کو انتشار و بدامنی کی آماجگاہ بنانے کا تہیہ کرلیا۔

جدوجہد آزادی کے ایام میں ہندو اور کانگریسی مُلاؤں نے ملکر مسلمانوں کے سُنی و شیعہ فرقوں کے درمیان فساد برپا کرنے کی شرارت تیار کی تھی کہ متحد مسلمانوں میں نفاق پیدا کرکے جدوجہد آزادی کی سرگرمیاں کو سرد کیا جاسکے اور آزاد ریاست کے قیام کے منصوبے کو سبوتاژ کردیا جائے۔ ایک علیحدہ بلاامتیاز رنگ و نسل زبان و مسلک مسلمان ریاست وجود پذیر نہ ہوسکے۔ چنانچہ فتنہ پرور عناصر کے ساتھ یہ افواہیں اُڑائی گئیں کہ اگر پاکستان بن گیا تو وہ ایک سُنی نظریاتی ریاست ہوگی۔ اس میں شیعہ کو مساوی حقوق حاصل نہ ہوں گے۔ وہ اپنی فقہ جعفری کے مطابق اپنے مذہبی معاملات کو نمٹا نہ سکیں گے۔ شیعہ کے مذہبی شعائر و رسوم کو یا تو مختصر و محدود کردیا جائے گا۔ یا سرے سے معدوم کرکے مکمل طور پر بند کردیا جائے گا۔ ہندو اور کانگریسی مسلمان بہرکیف اس حقیقت سے آشنا تھے کہ تحریک پاکستان میں اہلِ تشیع نے اپنی ذہنی صلاحیتیں افرادی قوتیں اور مادی وسائل کی دولتیں پاکستان کی خاطر کھلے ہاتھوں لٹائی ہیں۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ، اثناعشری اسماعیلی فرقہ

کے روحانی پیشوا) عزت مآب سر آغا خان۔ راجہ صاحب آف محمود آباد مولانا ابن حسن جارچوی۔ مرزا ابوالحسن اصفہانی۔ راجہ غضنفر علی خان۔ پاکستان کے اولین و ممتاز معمار اور تحریک پاکستان کے صف اول کے غازی تھے چنانچہ کانگریسی مسلمانوں اور ہندوؤں کی مشترکہ کوشش یہی تھی کہ کسی نہ کسی طرح ان با اثر و رسوخ شیعہ رہنماؤں کو توڑ لیا جائے تاکہ تحریک بامراد ہونے سے قبل اپنے ابتدائی مرحلے ہی میں دم توڑ دے۔

قائداعظم نے ایک سچے مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس غوایت کو محسوس کیا۔ ان کی عمیق نگاہ نے اس شرانگیز فتنے کو بھانپ لیا۔ وہ اس غلیظ پروپیگنڈا کے پس منظر میں کارفرما ان ۱۹۰۶ء سے بخوبی واقف تھے جو ہندو اور کانگریس نواز مسلمان تحریک پاکستان کو نابود کرنے کی خاطر دلوں میں رکھتے تھے چنانچہ قائد اس شدّ و مد سے چلائے گئے پروپیگنڈا سے ہرگز مرعوب نہ ہوئے۔ نزاکت حالات کے پیش نظر بابائے قوم نے یکم اپریل سنہ ۱۹۴۵ء کو راجہ صاحب آف محمود آباد کو ایک چٹھی لکھی اور اس میں بالصراحت یہ تحریر فرمایا کہ:

میں ایسی کوئی وجہ نہیں پاتا کہ جس کے باعث شیعہ مسلمانوں کو منتخب ایوانوں اور حکومتی اداروں میں اپنی آواز بلند کرنے سے کسی قاعدہ کی رو سے روکا جاسکے۔ چنانچہ ہمیں مسلم لیگ کو اس انداز سے منظم کرنا چاہیئے کہ اس سے وابستہ ہر فرد کو بلالحاظ فرقہ و جماعت انصاف میسّر رہے۔ لہٰذا جہاں تک شیعہ مسلمانوں کے مذہبی شعائر اور دینی عقائد کی آزادی کا تعلق ہے تو یہ امر بالکل عیاں ہے کہ اگر مسلم لیگ برسر اقتدار آئے گی تو مذہبی آزادی کے شیعہ حقوق کو تلف کرنے کی کسی کو اجازت نہ دی جائے گی۔ رہا شیعہ اوقاف کا

معاملہ تو میں نہیں سمجھتا کہ کسی کو اس پر کوئی اعتراض ہو کہ شیعہ اپنے اوقاف کا انتظام خود کریں۔ میں ایسا نہیں دیکھتا کہ شیعہ اصول شریعت کو تبدیل کرنے کا کوئی جواز ہو اور ایسا کرنا کسی کے لئے کیونکر مفید ہو سکتا ہے۔

چنانچہ قائداعظم نے مسلم لیگیوں کو اس بات پر مامور فرمایا کہ وہ مندرجہ بالا بیان کے مقاصد و مطالب سے عوام کو روشناس کرائیں جو نہ صرف استحکام بخش بلکہ غیر مبہم بھی ہے۔

پس ہر وہ سیاسی پارٹی جو پاکستان میں برسر اقتدار آئے قائد کے اس اعلان کی پابند ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ اس سے اپنی وفاداری قائم رکھے۔

ادارہ عالمی حقوق انسانیت کے منشور کہ جس پر پاکستان نے بھی دستخط کئے ہیں کے مطابق کرہ ارض کی تمام ریاستوں میں مذہبی آزادی اور حریت ضمیر ہر انسان کا ایک غیر منفک حق ہے۔ دنیا کے تمام ملکوں نے اس کی تصدیق و توثیق کر رکھی ہے۔

قیام پاکستان کے بعد قائداعظم محمد علی جناحؒ نے پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی میں ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو اپنے صدارتی خطبے میں ارشاد فرمایا کہ:

"آج بھی دنیا میں ایسی ریاستیں موجود ہیں جہاں کسی مخصوص طبقے کے ساتھ خصوصی امتیاز برتا جاتا ہے اور کسی کی راہوں کو مسدود کیا جاتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہماری ابتدا اس طرح کے منحوس ایام سے نہیں ہے۔ بفضل خدا ہم ان سعد دنوں سے آغاز کر رہے ہیں کہ ہم میں ایک کو دوسرے پر

کوئی امتیاز نہیں کسی جماعت کو کسی دوسری جماعت پر برتری نہیں۔ ذات پات و مذہب و مسلک کا کوئی لحاظ نہیں ہم سب آج اس بنیادی مقصد کے ساتھ یکساں آغاز کر رہے ہیں کہ ہم سب برابر کے شہری ہیں اور مملکت پاک کے مساوی باشندے ہیں۔ بابائے قوم اور بانی پاکستان کا مندرجہ صدر بیان مخصوص نظریاتی حکومت کے خیال کی نفی کرتا ہے۔

قائدؒ نے کبھی سوچا بھی نہیں کہ خاص مذہبی حکومت، فرقہ پرور ریاست یا مخصوص جماعتی استبدادی نظام حکومت پاکستان میں رائج ہو۔ چنانچہ قائداعظمؒ کے مخلصانہ اصول کے نقش قدم پر اوّل وزیراعظم پاکستان قائد ملت خان لیاقت علی خان گامزن ہوئے۔ انھوں نے ۷ مارچ ۱۹۴۹ء کو آئین ساز ایوان میں قرارداد مقاصد کی اسلامی خصوصیات پر روشنی ڈالی اور فرمایا۔

جناب عالی۔! میں نے ابھی عرض کیا ہے کہ اقتدار کے مالک در اصل عوام ہیں۔ یہ بات از خود اس خطرے کو خارج از امکان کر دیتی ہے کہ ملک میں مُلّا ازم کی حکومت تشکیل پائے چونکہ اسلام میں (روایتی معنوں میں) ملائیت کی پذیرائی نہیں ہے۔ نہ کسی بالقدس عمامہ پوش کو اجارہ تسلیم کیا گیا ہے لہٰذا ملّا ازم کے طلوع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پاکستان کی اس واضح حکمت عملی کے باوجود بھی اگر کوئی ملّا ازم کا پرچارک ہو تو ایسا شخص غلط فہمی کی قبر کو کھودنے کی محنت میں بیکار مصروف عمل ہے اور ایسا پروپیگنڈا شرانگیزی ہے۔ چنانچہ کسی بھی فرقے کو اس ابہام میں مبتلا نہیں رہنا چاہیئے چاہے پاکستان میں اس کی آبادی قلیل ہو۔

حکومت ایسا اسلامی معاشرہ تشکیل دینے کی متمنی ہے جو ہر طرح کی نزاع سے مبرّا ہو۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ کسی بھی مسلمان فرقے کی مذہبی آزادی و عقائد میں حائل ہوگی۔ کوئی فرقہ چھوٹا یا بڑا۔ اس کا مجاز نہ ہوگا کہ وہ کسی دوسرے پر اپنا تسلط جمالے بلکہ ہر فرقہ اپنے داخلی مذہبی معاملات اور ملکی عقائد میں ہمہ جہت آزاد ہوگا۔ نگاہ قانون میں ہر کوئی مساوی ہوگا۔ مگر اس مساوات کے یہ معنی بھی نہیں کہ اس کے شخصی قوانین غیر محفوظ ہوں گے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی شق نمبر ۲۰ پاکستان میں آباد ہر شہری کو مذہبی آزادی کی ضمانت بطور بنیادی حق فراہم کرتی ہے۔ یہ شق حسب ذیل ہے۔

(ا) ضابطہ قانون و اخلاق کے تحت ہر ایک پاکستانی کو حق حاصل ہے کہ وہ حسب منشا کوئی بھی مسلک اختیار رکھے اس پر عمل پیرا ہے اور اس کی تشہیر و تبلیغ کرے۔

(ب) لہٰذا ہر مذہبی جماعت اور فرقہ یہ حق رکھتا ہے وہ اپنے پسند کردہ مسلک کے مطابق اپنی مذہبی زندگی گزارے اور اپنے مذہبی اداروں کا بندوبست کرے۔

مذکورہ بالا سرکاری بیانات جو مملکت کے سربراہان حکومت نے جاری کیئے اور دستور میں فراہم کردہ آئینی آزادی و مذہبی تحفظات مسلمان شیعہ فرقے کے لئے بھی یکساں دستیاب ہیں کہ وہ اپنے مسلکی عقائد اور مذہبی رسومات کو آزادانہ طور پر بجالائیں شیعہ مسلمان برادری اس پر مطمئن رہی پاکستان کی

وفاقی اور صوبائی حکومتوں نے بھی ایسے رجحانات کی طرف مائل ہونے
سے احتراز برتا کہ وہ کوئی ایسی قانونی پابندی عائد کریں جس سے
شیعہ شعائر مذہبی متاثر ہوں یا ان میں کسی تخفیف کرنے کا
کوئی میلان ظاہر ہو بلکہ اکثر وبیشتر سربراہان مملکت یہی یقین
دہانیاں کراتے رہے کہ ایسا کوئی قانون برائے نفاذ عامۃ المسلمین
پاکستان میں نہیں بنایا جائے گا جس سے کسی اسلامی فقہ کے
ماننے والے پر منفی اثر پڑے اور اگر کہیں قضا ایسا کرنا ضروری ہو!
تو اس میں استثنیٰ قائم رہے گا۔ فقہ جعفریہ کے ماننے والوں سے
خاص طور پر یہ وعدہ کیا جاتا رہا کہ وہ اپنی ہی فقہ پر عمل کریں گے
اور جعفریوں کو مجبور و مقہور نہیں کیا جائے گا کہ وہ فقہ جعفریہ
کے علاوہ کسی دوسری فقہ کے قانون پر انفرادی یا اجتماعی
امور میں عمل کریں۔

بہر حال یہ تمام یقین دہانیاں طفل تسلیاں بنی رہیں۔ آئینی تحفظات
کو عملاً خاطر میں نہ لایا گیا اور اسلام کے نام سے بعض قوانین فقہ
حنفی کے مطابق وضع کر لئے گئے جو بنیادی اعتبار سے فقہ جعفری سے
متعارض تھے۔ فطرۃً شیعہ مسلمانوں میں تذبذب و اضطراب کی
لہر دوڑ گئی جس کے نتیجے میں عوامی تحریکیں ابھریں اور ناگوار سانحے
رونما ہوئے۔

چنانچہ ۶ جولائی ۱۹۸۰ء کو قائد تحریک نفاذ فقہ جعفریہ مفتی
جعفر حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ اور صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق
صاحب کے مابین بتوسل سابق وزیر مذہبی امور محمود ہارون صاحب
تصفیہ طے پایا یہ معاہدہ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے سیکرٹریٹ

اسلام آباد میں صدر پاکستان کو موصول ہوا۔ اس مختصر تحریری معاہدہ
کے وقت صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے اپنی گزشتہ
یقین دہانیوں کا اعادہ فرماتے ہوئے ان کو مصدق و موثق قرار
دیا اور فرمایا کہ ہر ایک کے مذہبی عقیدے کا احترام کیا جائے گا۔
اور کسی بھی فقہ کے ماننے والے مسلمان پر کسی دوسرے مسلمان کی
فقہ کو مسلط نہیں کیا جائے گا۔

صدر پاکستان نے مزید یقین دلایا کہ وہ اپنے سابقہ اقوال
و موقف پر بدستور قائم اور مخلص ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ وہ
۱۵ ستمبر ۱۹۸۰ء تک تمام موعودہ تحفظات کو قانونی شکل دینے کا
اقدام کریں گے۔ چنانچہ یہ وعدہ ضبط تحریر میں آیا اور اس دستاویز
پر مرحوم مفتی جعفر حسین صاحب اور محمود ہارون صاحب سابق وفاقی
وزیر مذہبی امور نے دستخط ثبت فرمائے۔

اس عہد نامہ کی نوید نے شیعہ مسلمانوں کے جذبات کو ٹھنڈا
کیا اور تحریک میں سردی پیدا ہو گئی مگر اس پر بھی عمل درآمد نہ ہوا۔
۱۵ ستمبر ۱۹۸۰ء کے دن کا سورج ایفائے عہد کی حسرت لئے کر
غروب ہو گیا۔ اس کے بعد حکومت نے اسلام کے نام پر ایک مخصوص
فقہ کی روشنی میں قانون سازی جاری رکھی۔

یہ اظہر من الشمس ہے کہ امت مسلمہ پانچ معروف فقہی مکاتب
میں منقسم ہے۔ فقہ حنفیہ، فقہ جعفریہ، فقہ حنبلیہ، فقہ مالکیہ اور
فقہ شافعیہ۔ فقہ جعفریہ کے پیروکار فقہ حنفیہ کے علاوہ باقی تین
فقہوں کے ماننے والوں سے تعداد میں زیادہ ہیں لیکن پھر بھی وہ
اس حق میں نہیں ہیں کہ کسی فقہ کو کسی دوسری فقہ کے ماننے والوں پر

کثرت نفری کی بنیاد پر زبردستی ٹھونسا جائے۔

یہ بات الم نشرح ہے کہ اسلام پر کسی کی ٹھیکہ داری نہیں ہے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنے طرز حیات کو قرآن و سنت کے سانچہ میں ڈھالے اس تفسیر و اجتہاد کے مطابق جو اس کی اختیار کردہ فقہ کے فقہا نے تعلیم دی ہے۔ اسلام صرف فقہ حنفی کا نام نہیں ہے مکتب جعفریہ بھی اسلامی درس گاہ ہے اور باقی تین بھی اسلامی اسکول ہیں۔

اسلام عالمگیر و آفاقی دین ہے۔ اس پر کسی فرقہ یا جماعت کی اجارہ داری نہیں ہے۔ لہٰذا کوئی طبقہ اس کا مجاز نہیں ہے کہ دین الٰہی کی بنیادی خصوصیات پر اپنا حق ملکیت جتاتے ہوئے دوسروں پر اپنی رائے کو زبردستی مسلط کرتا پھرے۔ کیونکہ کسی مخصوص فقہ کو کسی دوسرے پر ٹھونسنے سے لامحالہ نظریاتی تنازعات جنم لیں گے اور ایسے ہی اختلافات کی کشمکش کے نتیجے میں ماضی میں اسلام اپنے ہی خون میں کئی مرتبہ غوطے کھا چکا ہے۔

کسی خاص فقہ کے متبعین اگر اس نہج پر سوچتے ہیں کہ دوسروں کو اپنی مرضی کی فقہ کے مطابق زندگی گزارنے کا موقعہ نہیں ملنا چاہیئے تو یہ سوچ بڑی ہی مہلک ہے۔ ایسا انداز فکر اور یہ ہٹ دھرمی قومی یکجہتی، وطنی وقار اور استحکام ملت مسلمہ نیز سلامتی وطن عزیز مملکت خداداد پاکستان کے لئے صواعق محرقہ ہیں۔

ہم نے کچھ عرصہ قبل شہر کراچی میں مسلمانوں کے درمیان کھیلے جانے والی خون کی ہولی کو بچشم نم اور بدل سوزاں دیکھا ہے جس کی جڑ فساد مسلمانوں کے ایسے ہی باہمی اختلافات تھے چنانچہ شیعہ کی متعدد مساجد اور امام بارگاہیں نذر آتش کر دی گئیں اور ایسا ہی خونچکاں باب امسال پنجاب میں کھلا۔

مندرجہ صدر مختصر معروضات کی روشنی میں ہر صاحب عقل سلیم یہ رائے قائم کرے گا کہ پاکستان میں آباد شیعہ مسلمانوں کے لئے فقہ جعفری کو نافذ کرنا چاہیئے تاکہ ملک و ملت کے وقار و سلامتی اور استحکام و آبرو کو تقویت حاصل ہو اور تمام مسلمان شیعہ و سنی اسلامی پرچم اخوت کے تلے بھائی بھائی بن کر عظمت اسلام اور ترقی پاکستان کی خاطر نظام اسلام کی گاڑی کے دو پہیوں کی طرح منزل بامراد کی جانب باتفاق مقصد رواں دواں ہوں۔

قائد اعظم کے ۱۹۴۰ء میں حتمی طور پر طے کردہ معاملہ کو ایسے نازک موقع پر پھر سے اٹھانا جبکہ قومی تعمیر کی مصروفیات جاری ہوں نامحمود قدم ہے چاہے یہ کسی سمت سے اٹھے۔ حقیقت میں یہ اسلام و پاکستان کے بدترین دشمنوں کی شرارت آمیز چال ہے۔ ایسا کوئی بھی حربہ جو اہل تشیع کیلئے تعارف و نفاذ فقہ جعفری کی رکاوٹ ہے دراصل مفسدانہ قدم ہے۔ نفاذ کا تعطل و التوا ہو یا کسی کمیٹی کمیشن کا تقرر ہو یا ٹال مٹول کا بہانہ بے فائدہ ہے اس معاملہ کو جتنا لٹکایا جائے گا اتنا ہی مضرت رساں ہوگا۔ حتیٰ کہ صورت اس بگڑی حالت میں تبدیل ہو جائے گی جہاں حالات کو قابو میں رکھنا ممکن نہیں رہتا۔ نہ کچھ حاصل ہوگا نہ وصول۔

بس ہمارا نیک مشورہ یہی ہے کہ حقدار کو اس کا حق دینے میں تامل نہ کیا جائے اس راہ میں حائل تمام رکاوٹوں کو دور کر کے آئین پاکستان سے وفاداری کا ثبوت دیا جائے۔ اس طرح قوم کا اعتماد بحال ہوگا اور یہ ملک دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے گا۔ فرقہ واریت کا زہر اسی وقت پھیلتا ہے جب احساس محرومی پیدا ہو یا احساس برتری کا بھوت سوار ہو جائے دونوں نفسیاتی امراض ہیں اور ان کا واحد علاج ایمانی رشتے کی مضبوطی ہے جب اس رشتہ میں ضعف کو محسوس کیا جائے تو اس کا بہتر علاج احکام نبی کی پابندی کرنا ہے۔ بمقام فکر یہ ہے کہ ہم نے یہ خطہ اپنی بڑی قربانیاں

دیگر صرف اس لئے حاصل کیا تھا کہ برصغیر میں آباد مسلمان اسلام کے ابدی اصولوں کے مطابق یکجا و متحد ہو کر اپنی زندگیاں آزاد ماحول میں بسر کریں تاکہ ہمارا تشخص اسلامی نمایاں رہے اس مقصد کے لئے اتحاد و یکجہتی بہت ضروری ہے مگر افسوس ہم اپنا مقصد بھول بیٹھے۔ جد وجہد آزادی اور تحریک پاکستان کے زمانے میں مسلمانوں نے جس اتفاق کا مظاہرہ کیا اسی کی بدولت ہم حصول پاکستان میں کامیاب ہوئے اگر ہم اس وقت اپنے فروعی اختلافات اور گروہ بندیوں میں الجھ جاتے تو غلامی کی زنجیر سے چھٹکارہ حاصل نہ کرتے چنانچہ ملک کی سلامتی اور استحکام کا راز اتحاد میں ہی مضمر ہے۔ ہم ایک خدا۔ ایک رسول ﷺ۔ اور ایک قرآن کو ماننے والے ہیں۔

ہمارے آپس کے فروعی اختلافات صدیاں پرانے ہیں۔ ان کی موجودگی میں بھی ماضی میں کئی بار صبر و تحمل اور برداشت و رواداری کے اوصاف سے ہم نے اتحاد کا مظاہرہ کیا ہے۔ موجودہ ملکی و بین الاقوامی حالات کے پیش نظر اب پہلے سے کہیں زیادہ برداشت و رواداری کا مظاہرہ مطلوب ہے تاکہ دشمن ہمارے اندرونی انتشار سے اپنا مذموم مقصد حاصل نہ کر سکے چنانچہ اس مشکل کا واحد حل یہی ہے کہ لا اکراہ فی الدین کے سنہرے اسلامی اصول کے مطابق ہر مسلمان کو اس کی مذہبی آزادی کا حق فراخدلی کے ساتھ دے دیا جائے۔ وما علینا الا البلاغ:۔

عبدالکریم مشتاق

Hassan
naqviz@live.com

عبد الکریم مشتاق

کی
ایمان افروز مطبوعہ تحقیقی کتب

(۱) چودہ مسئلے
(۲) صدیق اکبر اور فاروق اعظم
(۳) بل اور بلا
(۴) آئینہ توحید
(۵) اصول دین (میں شیعہ کیوں ہوا؟)
(۶) تصدیق لفظ شیعہ
(۷) ہم متعہ کیوں کرتے ہیں؟
(۸) وصی رسول اللہ
(۹) صرف ایک راستہ
(۱۰) علی ولی اللہ
(۱۱) سو سنار کی ایک لوہار کی
(۱۲) فروع دین
(میں نے سنی مذہب کیوں چھوڑا؟)
(۱۳) کہاں تم، کہاں ہم
(۱۴) وہی مجرم، وہی منصف
(۱۵) آگ خانہ بتول پر!
(۱۶) یار رسولؐ اور غار ثور
(۱۷) افسانہ عقد ام کلثوم
(۱۸) واقعہ قرطاس اور کردار عمر
(۱۹) آپ کا کیا حال ہے؟
(۲۰) اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا!
(۲۱) اہل بیت اور ازواج میں فرق
(۲۲) شیعہ مذہب سچا ہے (انکور کہتے ہیں!)
(۲۳) ہم ماتم کیوں کرتے ہیں؟
(۲۴) ہزار تمھاری دس ہماری
(۲۵) حدیث قسطنطنیہ بخدمت ڈاکٹر اسرار احمد
(۲۶) چراغ تلے اندھیرا
(۲۷) بقائے دوام
(۲۸) ہم سنی کیوں نہیں؟
بجواب ہم سنی کیوں ہیں
(۲۹) شیعہ مذہب حق ہے
(۳۰) عنوان
(۳۱) فقہ جعفری اور مختلف مکاتب فقہ
(۳۲) قبور خلفاء
(۳۳) چار یار
(۳۴) شرح طب معصومین
(۳۵) ایٹم بم کا دوسرا نام
انجمن سپاہ صحابہ پاکستان
(۳۶) چادر انسانیت
(۳۷) علی اور سیاست
(۳۸) اتباع رسولؐ